من كنت مولاه فهذا علي مولاه

خم غدیر

جسمیں

جناب امیر المومنین علی علیہ السلام کے اعلانِ ولیعہدی کے واقعات خم غدیر میں جناب رسالتمآب صلعم کی اسپیچ احدیثِ غدیر متعلق آئمہ احادیث کی محققانہ یادداشتیں، اصحاب کو ہدایات، اور اسی سلسلہ میں جابجا اُن اخبارات کا بھی مختصراً ذکر ہے جنمیں آنحضرت صلعم نے وقتاً فوقتاً اوصاف اور قابلیت خلافت، جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہما السلام میں بیان فرمائی ہیں

مؤلفہ

آغا محمد زکی قزلباش کربلائی

باہتمام سید حسن مالک مطبع اثنا عشری دہلی طبع شد

فہرست مضامین رسالہ خم غدیر

نمبر شمار	خلاصہ مضمون	صفحہ
۱	دیباچہ	۲/۲۰
۲	تمہید مع مسلک مصنف	۲۱
۳	علیؑ مرتضیٰ کے متعلق چار حدیثیں	۲۲
۴	روانگی قافلہ برائے حج معہ تعداد حجاج	۲۴
۵	یمن کا قافلہ اور حج	۲۵
۶	سورہ الم نشرح کا نزول مکہ میں	۲۶
۷	مناقب مرتضویؑ میں احادیث نبوی	۲۶
۸	نزول آیۃ یاایہا الرسول بلغ ما انزل الیک الخ	۳۷
۹	امیر المومنین کے اعلان ولیعہدی کیوقت آنحضرت صلعم کی اسپیچ اور اسکے متعلقات	۳۹
۱۰	میارکبادیاں اور اس کے وجوہ	۴۵
۱۱	ایک عجیب و غریب واقعہ	۴۷
۱۲	بعض حصص خطبہ (اسپیچ) پر ریمارکس	۴۸
۱۳	واقعہ نعمان فہری	۵۵
۱۴	انس بن مالک کی حکایت	۵۶
۱۵	حضرت صلعم کا غم وہم اور بعض پیشین گوئیان	۵۸
۱۶	فضائل و مناقب اہلبیتؑ بالخصوص جناب امیرؑ	۶۰
۱۷	حضرت عبداللہ بن مسعود کو آنحضرتؐ کی ہدایتیں	۶۵
۱۸	حضرت ابن عباسؓ کو ہدایات	۶۵
۱۹	جناب علیؑ مرتضیٰ سے بعض ارشادات	۶۶
۲۰	جناب رسالتمآب اور جناب سیدہ	۶۷
۲۱	زمانہ علالت میں صحابہ کو ہدایات	۶۸
۲۲	صحابہ کے متعلق بعض پیشینگوئیاں	۷۲
۲۳	حضرت عمارؓ کے متعلق پیشینگوئی معہ مناقب	۷۳
۲۴	حضرت زبیر کے متعلق پیشینگوئی	۷۴

(دوسرے ورق کا آخری صفحہ اندر سے ملاحظہ فرمائیں)

مَن کُنتُ مَولاہُ فَہٰذا عَلِیٌّ مَولاہُ

خُمِ غدیر

جسمیں

جناب امیر المومنین علی علیہ السّلام کے اعلان ولیعہدی کے واقعات خُمِ غدیر میں جناب رسالتمآب صلعم کی اسپیچ، حدیث غدیر متعلق آئمہ احادیث کی محققانہ یادداشتیں اصحاب کو ہدایات، اور اسی سلسلہ میں جابجا اُن اخبارات کا بھی مختصراً ذکر ہے، جنمیں آنحضرت صلعم نے وقتاً فوقتاً اوصاف اور قابلیت خلافت، جناب امیر المومنیں علی ابن ابی طالب علیہ السلام میں بیان فرمائے ہیں،

(مؤلفہ)

آغا محمد زکی قزلباش کربلائی

باہتمام سید صغیر حسن شمس زیدی الواسطی دہلوی

۱۹۱۹ء

در مطبع اثنا عشری واقع دہلی طبع گردید

بقلم محمد حنیف اکبرآبادی

حقوق تالیف محفوظ

قیمت معہ مصارف ڈاک اور ویلیو فی جلد ... ۵ھ ر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

بعد تکمیل رسالۂ کروفر، جیساکہ اُسکے آخر میں ، ذکر کر آیا ہون ، مینے فدک کے حالات لکھنے کے لئے یادداشتیں لکھنا شروع کی تھیں ، مگر بعض احباب کی یہ راے ہوئی کہ اٹھارہویں ذالحجہ قریب ہے اسلئے پہلے حالات خم غدیر، متعلق جانشینی جناب امیر المومنین علیہ السلام لکھنے چاہئیں تاکہ یہی رسالہ اس سال کے جلسۂ یادگار یوم ولیعہدی جناب امیر المومنین علیہ السلام میں پڑھا جائے اسلئے :-

بتعمیل ارشاد احباب چند کتابیں وطن اور جناب مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری کی کتاب ارجح المطالب کو جسکی اطلاع مجھکو جناب والدی بلجدی مدظلہ العالی نے دی تھی، لاہور سے منگاکر انہیں کتب کی مدد سے پہلے مینے واقعات خم غدیر کو لکھا

واقعہ ولیعہدی جناب امیر المومنین علیہ السلام کا مقام خم غدیر پر ایک ایسا واقعہ ہے کہ جسکے

قبول وعدم قبول نے ایک مذہب اسلام کو جدا جدا طریقوں میں تقسیم کر دیا ہے اور یہی انتشار قوت مجتمعۂ اسلام درحقیقت مسلمانوں کے زوال کا سبب ہے۔ لہذا مینے جیسا کہ تمہید میں بھی لکھ چکا ہوں واقعات خم غدیر کو اس زمانہ کی اُن اُردو تصانیف سے، جو مصنفہ اُس گروہ کی ہیں جو عموماً واقعۂ جانشینی جناب علی مرتضی علیہ السلام کا مقام خم غدیر میں قبول کرنیوالا نہیں ہے، یا اُسکے معنی و مقصود میں کلام کرتا ہے، اجکا ارشاد اوپر کر چکا ہوں، حالات کو چنکر مسلسل درج کر دیا ہے تاکہ کوئی واقعہ اپنے سلسلہ میں سلسلہ کا تشنہ نہ رہے اور ہر فرقے کے بزرگوار کو شوق سے دیکھنے اور اُسپر غور اور فکر کرنیکا موقع ملے۔ اور اسلئے کہ انکو نتیجہ اخذ کرنیمیں اور بھی سہولیت ہو، میں اس مقام پر اُس محاکمہ کو بھی نقل کرتا ہوں جو ابو عثمان عمرو بن بحر الجاحظ المروانی نے اندر نیاب کیا ہے۔ اور قبل اسکے کہ اُسکو نقل کیا جاے اس رسالہ کے پڑہنے والوں کی یاد تازہ کرنے کے لئے میں ظاہر کرتا ہوں کہ بنی اُمیّہ، کہ جسکے ممبر حضرت مروان اور اُنکی آل بھی ہے، محمدؐ و آل محمدؐ سے دوستی رکھنے والے نہیں ہیں بلکہ اُنکے فضل و شرف کے گھٹانے اور مٹانے والے اور اولاد علیؑ کے قتل کرنیوالے ہیں اور جو لوگ واقعات تاریخی سے دلچسپی رکھتے ہیں وہ اُنکی شدت بغض و عداوت سے باخبر ہیں، ہم اُن واقعات کو یہاں لکھنا نہیں چاہتے صرف ایک واقعۂ کربلا کی طرف اشارہ کر سکے ہیں، ہم ناظرین کو اسقدر اور بھی بتانا چاہتے ہیں کہ علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے جاحظ مذکور کو ملحد اور زندیق ثابت کیا ہے پس ایسے شخص کے محاکمہ کو بے لاگ اور آزاد ماننا چاہئے اور ایک صاف و صریح نتیجہ اخذ کرنیمیں اُس سے مدد لینی چاہئے۔

جاحظ اپنے محاکمہ کو اس بیان سے شروع کرتا ہے کہ وہ یہ کتاب اُس شخص کے لئے ہے جو شک، اور گمان، اور خواہش ہاے نفسانی سے کنارہ کشی کرنا چاہے، اور یقین و وثوق کے ساتھ طاعت خدا اور رسول کرے، اور بعد پیغمبر خدا کے، اُن امور میں یقین کرے جو کتاب خدا اور سنت رسول سے ثابت ہیں۔ اور بیہودہ راے، اور قیل وقال کو ترک کرے، کیونکہ راے اور گمان اور قیاس غیر معصوم کا کبھی ٹھیک ہوتا ہے اور کبھی غلطی اور خطا پر ہوتا ہے ہمیشہ ٹھیک اور درست

نہیں ہو سکتا اور نہ رائے اور قیاس سے علم یقینی حاصل ہو سکتا ہے اور سوائے اسکے نہیں ہی
کہ حجت طاعتِ خدا و طاعت رسول ہے جسپر امت نے از روے کتاب اللہ، وسنت رسول اللہ
اجماع کیا ہو۔ اور ہمارا یہ حال ہے کہ ہمنے نہ تو نبی صلعم کو دیکھا نہ کسی صحابہ میں سے ہمنے پایا تاکہ ہم
اختلاف کرنیوالوں کا حال اُنسے دریافت کرتے اور پوچھتے کہ کون اُن میں سے حق اور راستی پر ہی
تاکہ ہم بحکم آیہ ،، کونوا مع الصادقین سچوں کا ساتھ اختیار کرتے ،، اور پوچھتے کہ کون اختلاف
کرنیوالوں میں سے باطل پر ہے تاکہ ہم اُن کاذبوں اور جھوٹوں سے اجتناب کرتے جیسا کہ
خدا فرماتا ہے کہ ،، اللہ تمکو تمھاری ماؤں کے شکموں سے باہر لایا کہ تم کچھ نہیں جانتے ،، تاکہ ہم اس
مسئلہ مختلفہ میں معرفت دین اور اہلِ صدق ویقین کی حاصل کرتے۔ پس ہمنے امت محمدی کو مختلف
پایا کہ ایک دوسرے سے بیزار ہیں اور وہ سب لوگ دو فرقوں میں منقسم ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ
رسول اللہ نے کسی کو خلیفہ مقرر نہیں کیا بلکہ یہ امر امت پر چھوڑ دیا، پس اُمت نے ابوبکر کو خلیفہ
بنالیا۔ دوسرا فریق کہتا ہے کہ جناب رسالتمآب نے علی علیہ السلام کو اپنے بعد خلیفہ مقرر کیا۔
اور ہر ایک فریق اپنے اپنے مذہب کو حق جانتا ہے۔ پس جب ہم نے یہ حال دیکھا اور جانبین
کے دعووں کو سنا تو ہمنے جان لیا کہ یہ امر غیر ممکن ہے کہ ہر دو فریق حق پر ہوں کیونکہ اجتماع ضدین
محال ہے۔ پس ہم نے چاہا کہ حق کو باطل سے جدا کر دیں۔ پس ہم نے دونوں فریق سے سوال کیا
کہ۔ آیا خلقت کے لئے ایک حاکم اور والی کا ہونا، جو کہ عباد کو قایم رکھے، اور زکوٰۃ جمع کرکے مستحقین پر
تقسیم کرے، اور مدعی اور مدعا علیہ کا فیصلہ بحق کرے۔ اور مظلوم کا ظالم سے حق لے اور حدود
تعزیرات الٰہی کو جاری کرے، لازم اور ضروری ہے کہ نہیں؟ سب نے کہا کہ بیشک ایسا ہونا
لازم اور ضروری ہے۔ پھر ہمنے کہا آیا جائز ہے کہ قرآن شریف اور سنتِ رسول پر نظر ڈالنے
کے سوا کسی کو حاکم اور والی بنا دیا جائے؟ سب نے کہا یہ جائز نہیں۔ پھر ہمنے سوال کیا کہ
اسلام، جسکا خدا نے حکم دیا ہے وہ کیا چیز ہے؟ سب نے کہا کہ اسلام شہادتین اور اقرار
اُن اُمور کا ہے جو کہ پیغمبر خدا لائے ہیں۔ نماز و روزہ و حج بشرط استطاعت، قرآن پر عمل جو اُسمیں

حلال ہے وہ حلال ہے اور جو حرام ہے وہ حرام ہے، ہمنے اس قول کو اُنکے تسلیم کیا۔
پھر ہمنے سوال کیا کہ آیا کچھ لوگ خدا کے برگزیدہ ہیں جنکو خدا نے پسند اور برگزیدہ کیا ہو؟ سب اُنے
کہا ہاں ہیں۔ ہمنے کہا کیا دلیل ہے؟ اُنھوں نے کہا کہ قول خدا کا، دربك يخلق ما يشاء
ويختار" یعنی تیرا رب۔ (اے محمد صلعم) جسکو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسکو چاہتا ہی پسندیدہ
اور برگزیدہ کرتا ہے"، پھر ہمنے پوچھا کہ برگزیدہ خدا کے کون ہیں؟ سب نے کہا کہ متقین، ہمنے
کہا کہ کیا دلیل ہے؟ اُنھوں نے کہا کہ قول خدا کا۔ اکرمکم عند الله اتقاکم، یعنی بزرگتر
خدا کے نزدیک تم میں سے وہ ہے جو زیادہ متقی ہے"، پھر ہمنے پوچھا متقین میں سے زیادہ
کوئی برگزیدہ خدا کا ہے؟ کہا ہاں۔ مجاہدین، اس دلیل سے کہ خدا فرماتا ہے" فضل الله المجاهدين
باموالهم وانفسهم على القاعدين درجه" یعنی خدا نے تفضیل دی اُنکو جو راہ خدا میں اپنے مالوں
اور جانوں کے ساتھ جہاد کرتے ہیں، اُن لوگوں پر کہ جو بیٹھے رہتے ہیں"، پھر ہمنے پوچھا کہ آیا مجاہدین
میں کوئی بھی کوئی زیادہ برگزیدہ خدا کا ہے؟ سب نے کہا ہاں، جو مہاجرین میں سے سابق الی
الجہاد تھے وہ مجاہدین میں سے افضل اور برگزیدہ ہیں اس دلیل سے لا يستوی منكم من
انفق من قبل الفتح وقاتل الخ۔ یعنی جو لوگ قبل از فتح مکہ راہ خدا میں جان و مال سے مجاہدین ہے
اُنکی برابر بعد والے نہیں ہو سکتے۔ پس ہمنے جان لیا کہ برگزیدہ خدا کے تمام خلقت سے وہ ہیں جو مہاجرین
سابقین الی الجہاد تھے۔ پھر ہمنے پوچھا کہ اُن میں سے بھی کوئی زیادہ برگزیدہ خدا کا ہے؟ سب نے
کہا کہ ہاں وہ جن لوگوں نے جہادوں میں زیادہ تر تکلیفیں اور سخت سخت اذیتیں اٹھائی ہیں اور
زیادہ تر کفار و مشرکین کو قتل کیا ہے اس دلیل سے۔ ومن يعمل مثقال ذرة خيرا يره۔
وما تقدموا لانفسكم من خير تجدوه عند الله، یعنی جسنے ایک ذرہ برابر بھی عمل خیر کیا
ہوگا وہ اس کی جزا پائے گا اور جو کچھ کہ خیرات و مبرات میں سے بجالاؤ گے اس کی جزا اور
بدلا خدا کے پاس سے پاؤ گے"، پس ہمنے اس امر کو قبول کیا اور جان لیا کہ خداوند تعالیٰ
شانہ کے نزدیک وہ شخص سب سے زیادہ برگزیدہ ہے جس نے جہادوں میں بہت سی

تکلیفیں اور مشقتیں اُٹھائی ہوں اور سخت سخت اذیتیں پائی ہوں اور بڑی بڑی مصیبتوں کو جھیلا ہو اور اپنی جان کو راہِ خدا میں دریغ نہ کیا ہو اور خدا کے دشمنوں کو زیادہ تر قتل کیا ہو۔ پھر ہمنے اُسی وقت فریقین سے یہ پوچھا کہ ان دونوں شخصوں یعنی علی ابن ابی طالب اور ابوبکر کا کیا حال ہے ان میں سے زیادہ تر کون جہادوں میں مصروف رہا، کس نے زیادہ تر غزوات میں تکلیفوں اور اذیتوں کو برداشت کیا؟ بالاتفاق فریقین نے علی ابن ابی طالب پر اجماع کیا اور کہا بیشک اُنہوں نے تمام جہادوں اور لڑائیوں میں سخت اذیتوں اور تکلیفوں کو برداشت کیا ہے، اور بڑے بڑے معرکہ میں، اور سب سے زیادہ دشمنوں کو قتل کیا ہے اور دین خدا و رسول کی حفاظت کی ہے۔ پس اجماع فریقین، بدلالت کتاب اللہ و سنت رسول صلعم سے ثابت و ظاہر ہو گیا کہ علی علیہ السلام افضل ہیں۔

پھر ہمنے دوبارہ ہر دو فریق سے سوال کیا کہ متقین میں سے اور کون زیادہ برگزیدہ ہیں؟ ان سب نے کہا کہ خاشئون، یعنی خدا سے ڈرنے والے، اس دلیل سے کہ خدا فرماتا ہے کہ نزدیک اور آمادہ ہے بہشت متقین کے لئے تا قول خدائے عزوجل جو ڈرے خدائے مہربان سے بالغیب۔ اور نیز قول۔ اوعدت للمتقین الذین یخشون ربھم، یعنی جنت آمادہ ہی متقین کے لئے جو خدا سے ڈرتے ہیں۔ پھر ہمنے اُنسے پوچھا کہ سب لوگوں میں سے عالم زیادہ کون ہی؟ سب نے کہا جو عالم بہ عدل ہو اور حق کی طرف زیادہ ہدایت کرنیوالا ہو، وہ زیادہ مستحق ہی کہ متبوع ہو نہ تابع، اس دلیل سے کہ خدا فرماتا ہے، اگر حکم کریں تم میں سے صاحبان عدل، پس ولایت اور حکومت صاحبانِ عدل میں منحصر ہوئی ہمنے اُنکے اس قول کو بھی قبول کیا۔ پھر سوال کیا ہمنے، کہ اعلم الناس بالعدل کون ہے؟ جواب دیا کہ جو عدل کی طرف زیادہ دلالت کرنیوالا ہو، ہمنے کہا وہ کون لوگ ہیں؟ اُنھوں نے کہا جو زیادہ تر ہدایت کرنیوالا ہو طرف حق کے وہ سب سے زیادہ مستحق ہے کہ حاکم متبوع ہو نہ محکوم و تابع، اس دلیل سے کہ خدا فرماتا ہے، افمن یھدی الی الحق الخ یعنی جو شخص خلقت کو حق کی طرف ہدایت کرے۔ پس کتاب غفور الرحیم اور سنت

نبی کریم اور اجماع جمیع امت نے اس امر پر دلالت کی کہ بعد آنحضرت صلعم کے تمام امت میں سب
سے افضل امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں، کیونکہ سب سے زیادہ اور اعلیٰ درجہ
کے مجاہد راہِ خدا میں وہی تھے اور جب سب سے زیادہ بڑھکر مجاہد راہِ خدا میں وہی تھے، تو سب
سے زیادہ اتقی اور پرہیزگار بھی وہی تھے، اور جب سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار بھی وہی تھے
تو سب سے زیادہ خدا سے ڈرنیوالے بھی وہی ہوئے، اور جبکہ سب سے زیادہ اور سب سے اعلیٰ درجہ کے عالم علی ہی
تھے تو سب سے زیادہ عدل کی جانب دلالت کرنیوالے بھی وہی ہوے، اور جب سب سے
زیادہ عدل کی طرف دلالت کرنیوالے علی ہی ہوے تو سب سے زیادہ امت کو حق کیطرف
ہدایت کرنے والے بھی وہی ہوے۔ اور جب زیادہ ہدایت حق کیطرف کرنیوالے وہی تھے تو وہی
اولیٰ اور مستحق اس امر کے ہوے کہ متبوع اور حاکم ہوں نہ یہ کہ دوسروں کے تابع اور محکوم۔

امت محمدی کا اس امر پر اجماع ہے کہ جناب رسالتمآب صلعم نے اپنے بعد کتاب خدا امت
میں چھوڑی ہے اور امت کو مامور فرمایا ہے کہ قرآن شریف اور سنت نبوی کیطرف رجوع کریں
اور اوامر و نواہی کا انسے استنباط کریں تاکہ اشتباہ زایل ہوں۔ جب قاری قرآن نے آیۃ وربک
یخلق ما یشاء و یختار کی دلیلاً تلاوت کی تو اس سے کہا گیا کہ اس آیۃ کا مدلول کون ہے
ثابت کرو؟ تو قاری قرآن نے پڑہا۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم، یعنی بزرگتر تم میں سے
خدا کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سے اتقا ہو۔ (قرات ابن مسعود میں۔ ان خیرکم عند اللہ
اتقاکم، ہے) اور نیز پڑہا قاری قرآن نے وازلفت الجنۃ للمتقین غیر بعید ھذا
ما توعدون لکل اواب حفیظ من خشی الرحمن بالغیب، پس اس سے ثابت ہوا کہ مختار
اور پسندیدہ اور منتخب اور برگزیدہ پروردگار وہی ہے جو خدا سے زیادہ ڈرنے والا ہو۔ پھر قاری
قرآن نے پڑہا۔ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء۔ سوائے اسکے نہیں کہ ڈرتے ہیں خدا سے
اُسکے بندو نمیں سے علما۔ پس قاری کو کہا گیا کہ آگے پڑھو یہانتک کہ ہم دیکھیں علما سب سے
افضل ہیں یا نہیں؟ تو قاری نے یہ قول خدا کا پڑہا۔ ھل یستوی الذین یعلمون

والذین لا یعلمون، آیا مساوی ہیں وہ لوگ جو علم رکھتے ہیں اور وہ لوگ جو علم نہیں رکھتے۔
پس اس سے ظاہر ہوگیا کہ عالم افضل ہے غیر عالم سے۔ پھر قاری سے کہا گیا کہ آگے پڑھو۔
پس جب اُسنے یہ قول خدا کا پڑھا یرفع اللہ الذین امنوا منکم والذین اتوالعلم درجات
یعنی خدا نے بلند درجہ دیا اُن لوگوں کو جو ایمان لائے تم میں سے اور جنکو کہ علم دیا گیا ہے۔ پس
کہا گیا کہ یہ آیۃ دلیل اس امر پر ہے کہ علما کو خدا تعالیٰ نے برگزیدہ کیا ہے اور اُنکو تفضیل دی
ہے اور اُنکے درجات بلند کئے ہیں۔ اور کل امت محمدی کا اسپر اجماع ہے کہ اصحاب پیغمبر میں
سے چار آدمی سب سے زیادہ تر عالم تھے جنسے علم لیا جاتا ہے اور لیا گیا ہے۔ علی ابن ابی طالب،
عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن مسعود، زید بن ثابت اور ایک گروہ نے عمر بن خطاب کو بھی
شمار کیا ہے پس اس بنا پر امت سے ہمنے سوال کیا کہ جب نماز کا وقت آوے اور یہ پانچوں
ایک وقت میں ایک جگہ موجود ہوں تو انمیں سے کون زیادہ تر امام جماعت ہونیکے لئے استحقاق
اور لیاقت رکھتا ہے پس سب اُمت نے متفق اللفظ ہوکر کہا کہ جناب رسول خدا نے فرمایا ہے
کہ جب ایسا اتفاق ہو تو جو شخص تم سب میں سے زیادہ درجہ کا حافظ اور قاری قرآن ہو اُسکو مقدم
اور پیش نماز (امام) بنانا چاہئے۔ پس اس قید سے عمر بن خطاب ساقط ہو گئے۔ پھر ہمنے
سوال کیا کہ یہ چاروں صحابی تو اقرا الکتاب اللہ ہیں۔ ان میں سے کون اولیٰ بالامامت ہے؟
پس باجماع جواب دیا گیا کہ آنحضرت نے فرمایا ہے الائمۃ من قریش اس قید سے ابن مسعود
اور زید بن ثابت ساقط ہو گئے۔ باقی رہے علی اور ابن عباس، پوچھا گیا کہ ان دونوں میں کون
اولیٰ بالامامت ہے؟ سب نے بالاتفاق کہا کہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ دو عالم قریشی فقیہ
موجود ہوں تو انمیں سے جو سن میں بڑا ہو اور ہجرت کرنیمیں مقدم ہو، امامت کے لئے اقدم
اور اولیٰ ہے۔ پس اس بات سے عبداللہ ابن عباس بھی ساقط ہو گئے اور صرف امیر المومنین
علی علیہ السلام باقی رہ گئے۔

پس بموجب کتاب خدا، وسنت سید الانبیا واجماع کل امت جناب امیر المومنین علی

بن ابی طالب علیہ السلام سب سے زیادہ ترلایق اور مستحق امامت کے لئے ثابت ہوئے "

انتہی محاکمہ جاحظ

جو فرقہ کہ اجماع کو صحیح، اور اسباب کو قبول کرنیوالا ہے کہ رسول اللہ نے کسی کو خلیفہ مقرر نہیں کیا تھا اور ابوبکر بروے اجماع خلیفہ مقرر ہوئے، اور یہ کہ خلافت منصوص من اللہ نہیں ہے، جاحظ نے اُسی فرقہ کے اصول کی روسے چونکہ بروے آیات قرآنی، العبد رسالتماب صلعم جابہ ات سے جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام کو افضل قرار دیکر، اُنھی کو لایق اور مستحق امامت بعد پیغمبر ثابت کیا ہے اسلئے ضرورت نہیں ہے کہ اُس فرقہ کے بھی دلائل کا ذکر کیا جاے جو یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ خلافت منصوص من اللہ ہے، اور رسالتماب صلعم نے جناب امیر علیہ السلام کو اپنی زندگی میں اپنا ولیعہد مقرر کر دیا تھا اور امت کو بتایا اور جتا دیا تھا کہ بعد میرے خلیفہ یہ ہوگا۔ اور جو اجماع کو باطل جانتا ہے اور جو اپنے ہاتھ میں، اپنے دعوے کی تائید میں ہزاروں دلیلیں رکھتا ہے جو نصوص قرآنی و احادیث نبوی سے ماخوذ اور مقتبس ہیں، اور علامۂ حلی اُنکے ایک عالم قدیم نے دو ہزار دلیلیں تو صرف ایک ہی رسالہ میں جمع کر دی ہیں جسکا نام "الفین" ہے مگر ہم محض اِس خیال سے کہ اسی سلسلہ میں ایک طالب تحقیق کو اُس فرقہ کے دلائل بھی کچھ نہ کچھ تو معلوم ہو جایں منجملہ دلائل کے بعض سیج دلائل کا اختصار کے ساتھ ذکر کرتے ہیں تاکہ معمولی فہم کا شخص بھی باآسانی اُنکو سمجھ سکے۔

وہ یہ کہتا ہے کہ تقرر امام کو، یا خلیفہ کو خدا نے اپنے اختیار میں رکھا ہے اور اُس میں کن اوصاف کی ضرورت ہے؟ اُن اوصاف کو بھی خدا نے بتصریح اپنے کلام پاک میں بتا دیا ہے اور رسول اللہ نے بہت کچھ اُس کلام پاک کی توضیح فرما دی ہے تاکہ کوئی شبہہ باقی نہ رہے۱۔

۱ اردو تصانیف میں بہت کچھ اُن آیات کا ذکر بسلسلہ مسئلہ امامت ور قرآن رسالہ روشنی کی جلد دوم میں آیا ہے۔ (مولف عفاعنہ)

جناب آدم کے سلسلہ میں ملائکہ سے خدا فرماتا ہے۔ انّی جاعل فی الارض خلیفۃ
جس سے ثابت ہوا کہ خلیفہ کا تقرر خدا کے اختیار میں ہے۔ جب ملائکہ کو معلوم ہوا کہ خدا آدم و
ابنیٔ آدم کو خلافت فی الارض عطا کریگا جو زمین پر خونریزیاں اور فسادات عظیم کرنیوالے ہونگے
تب اُنہوں نے اُسکے خلاف پر اجماع کرکے، اپنی تسبیح و تقدیس کی بنا پر اپنے لئے خلافت
فی الارض کی استدعا کی۔ لیکن خدا نے اُنکے تمام وجوہ مخالفت کو سماعت فرما کر ارشاد کیا کہ۔ جو
میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے،، اب غور کرنا چاہیے کہ جب خدا نے اُس مخلوق کے اجماع
کو پسند نہیں کیا جن کی خلقت نور سے ہے اور جن میں ملکہ عصمت ہے تو اجماع اس مخلوق کا
کب قابل حجت اور پسندیدہ ہوسکتا ہے کہ جسکی خلقت نہ نور سے اور نہ وہ معصوم ہیں۔

یہ تو ایک کھلی ہوئی غلطی ہے جو کسی فعل کے جواز و عدم جواز کا معیار، عام گروہ انسانی کے
زیادہ تر حصہ کی پسندیدگی یا ناپسندیدگی کو قرار دیا جاوے۔ دنیا میں ہر جگہ بمقابلہ علما کے جہلا کا گروہ
زیادہ ہے اگر کسی فعل پر جہلا کا اجماع ہو جاوے تو کیا کوئی سمجھدار قبول کرسکتا ہے کہ جو امر ان کی
کثرت رائے یا اجماع سے طے ہوگیا وہ حق اور صحیح ہے؟

ایک سے بہت زیادہ مقامات پر قرآن میں خدا نے اپنے اس اختیار کا ذکر فرمایا ہے۔
ایک جگہ فرماتا ہے ان الارض للہ یورثھا من یشاء من عبادہٖ،، تحقیق زمین خدا کے لئے
ہے، اپنے بندوں میں سے جسکو چاہتا ہے اُس (زمین) کا وارث کرتا ہے،، ایک مقام پر
حضرت داؤد سے خطاب کرتا ہے۔ یاداؤد انا جعلناک فی الارض خلیفہ، اے داؤدؑ میں
تمکو خلیفہ فی الارض مقرر کرونگا،،

حضرت ابراہیم کے قصہ کو غور کرو جبکہ خدا نے انہیں اطلاع کی کہ میں تم کو لوگوں کا امام
مقرر کرنیوالا ہوں اسپر حضرت ابراہیم نے یہ چاہا کہ خدا اُنکی ذریت میں سے بھی بعض کو امام مقرر
کرے، خدا نے جناب ابراہیم کی اس درخواست کو بدیں استثنا منظور کیا کہ تمہاری
ذریت میں سے جو لوگ ظالم ہونگے اُنکو میرا عہد امامت نہیں پہونچیگا،، جس سے ایک تو وہی

امر ثابت ہوا کہ تقرر امام کہو یا خلیفہ کا خدا کے اختیار میں ہے اگر خدا کے اختیار میں نہوتا تو جناب
ابراہیم کو خدا سے ایسی درخواست کی ضرورت نہوتی۔ دوسرے خدا نے یہ بھی بتا دیا کہ ذریت
جناب ابراہیم سے کن اوصاف کے شخص کو عہد خدا (امامت) پہونچ سکتا ہے اور
کس کو نہیں۔

ظلم کے معنی ''وضع شئ علےٰ غیر محلہ'' اور خدا نے بھی ظلم کے یہی معنی بسلسلہ بیان
حضرت لقمان تمثیلا بیان فرمائے ہیں ان الشرک لظلم عظیم۔ ''بالتحقیق ظلم عظیم شرک ہے''
بلا شبہہ خدا کا کسی کو شریک گردانتا یا غیر خدا کو قبول کرنا بتوں کے معبود جاننے اور انکی پوجا
پاٹ کرنے کے، اصلی اور حقیقی ظلم ہے۔

صاحبان تفاسیر بیضاوی و نیشاپوری و بغوی نے اس آیۃ کی تفسیر میں جو کچھ کہا ہے وہ
یہ ہے کہ ''ذریت ابراہیم میں سے ظالم بھی ہونگے اور بالتحقیق اُن کو امامت نہیں پہونچیگی،
اس لحاظ سے کہ امامت خدا کی طرف سے امانت اور عہد ہے اور ظلم اُس کی صلاحیت
نہیں رکھتا ہے۔ اور سوائے ابرار و اتقیا کے اور کوئی اُس کو نہیں پا سکتا اور جبکہ ذریت
ابراہیم میں سے ظالم خارج ہو گئے تو امامت مختص صالحین کے لئے قرار پا گئی''

اب سوچنا چاہئے کہ بعد آنحضرت جو جو خلیفہ ہو گئے وہ اس تعریف کے تحت میں آتے
ہیں جو مختص امامت کے لئے قرار پائی تھی یا نہیں؟ اگر انہیں سے کوئی بقدر چشم زدن بھی
مبتلائے شرک رہا ہے تب وہ خدا کا امانت دار نہیں کہا جا سکتا اور اگر ایسا نہیں ہے تب
اُن کے تقرر کی صحت میں زیادہ بحث باقی نہیں رہیگی یا یوں سمجھو کہ صرف بحث افضلیت
باقی رہجائیگی۔ کیونکہ رسول اللہ فرما گئے ہیں کہ جو کوئی دس شخصوں پر بھی کسی ایسے شخص کو
امیر مقرر کریگا جو منجملہ ان دس کے ایک سے بھی مفضول ہوگا تو وہ خدا و رسول کا خیانت
(اسی امانت الٰہی میں) کرنیوالا ہوگا[1]

[1] جامع صغیر سیوطی و ازالۃ الخفا شاہ ولی اللہ - ۱۲ منہ

اگرچہ زمانہ رسالت سے اسوقت تک کی تاریخ محفوظ ہے اور اُس سے ہر ایک کی سیرت
کا بخوبی پتہ چلسکتا ہے لیکن ہمارے نزدیک علی مرتضٰی علیہ السلام کا دعاے کرم اللہ وجہ سے
مختص ہونا اور خدا کا اُنکو لقب صالح المومنین[۱] عطا فرمانا ہی، ادرایتی اور بیّن ثبوت ہیں اس امر کی
صحت کے لئے باستثنا ان کے کوئی ایک بھی نہ تھا جو اس ظلم عظیم سے بچا ہو جسکو خدا نے شرک
کہا ہے جیسے ہم اُنکی نسبت کتب اسلامی میں واقعات صنم پرستی و مے نوشی دیکھتے ہیں بخلاف
اُسکے علی مرتضٰی کی نسبت یہ پاتے ہیں "اِنَّ علیاً لم یعبد صنماً و لم یشرب خمراً"[۲]
بہر حال واقعات بالا سے اس تنقیح کا کہ۔ ایسے لوگونکا خلیفہ ہو جانا اور امامت کو قبول
کر لینا جو منجانب خدا مختص صالحین کیلئے ایک عہدہ اور امانت تھی، صحیح تھا یا نہیں؟ اور وہ
مصداق وضع شی علی غیر محلہ، کے ہوئے یا نہیں؟ آسانی سے فیصلہ ہو سکتا ہے۔
جب آیت وانذر عشیرتک الاقربین[۳]۔ نازل ہوئی یعنی خدا نے حکم دیا کہ اپنے
قریبونکو ڈراؤ، جس سے مراد اُنکو بہ سختی دعوت اسلام کرنے سے تھی۔ تو آنحضرت کو خوف ہوا کہ اگر
میں اُنکو اس امر کی طرف بلاؤنگا تو اُنسے وہ امر دیکھونگا جسے میں مکروہ جانتا ہوں۔ اسلئے آپ
خاموش رہے یہانتک کہ پھر خدا کا حکم پہونچا کہ اگر تم اس امر کو نہ پہونچاؤ گے تو عذاب کئے جاؤ گے
آپ نے ان واقعات کا ذکر اپنے بھائی جناب علی سے کیا (جو آپ کی فرزندی میں اور زیر تعلیم و
تربیت اور تابع آپ کے دین کے تھے اور جنکا سن اسوقت میں بمشکل ۱۴ سال کا ہوگا)
اور ہدایت کی تمہیں اُن لوگوں کے کھانیکا انتظام کرنا اور تمہیں اُنکو بلا لانا[۴]، یہ فرما کے علی مرتضٰی کا
ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور چار رکعت نماز پڑھی اور پھر آسمان کی طرف سر اقدس کو اُٹھایا اور
ہاتھ بلند کر کے دعا کی کہ بار الٰہا تحقیق تیرے نبی موسیٰ ابن عمران نے تجھسے سوال کیا اور کہا

---

[۱] تفسیر ثعلبی و حافظ ابو نعیم در حلیۃ الاولیاء و ما نزل من القرآن فی علی بہ سند ابن عباس و تفسیر دُر منثور سیوطی و
فخر رازی در اربعین و ابن عساکر و ابن مردویہ و شواہد التنزیل وغیرہم ۱۲ منہ [۲] زین الفتیٰ حافظ عاصمی ۱۲
[۳] سورۃ الشعراء پارہ ۱۹ [۴] تفسیر معالم التنزیل امام بغوی۔ ۱۲

کہ اے پروردگار میرے کھولدے تو میرے لئے میرے سینہ کو، اور آسان کر دے میرے لئے میرے امر کو (تا آخر آیت[۱]) میں محمد بھی تیرا نبی ہوں سوال کرتا ہوں میں تجھسے، اے پروردگار میرے کھولدے میرے لئے میرے سینہ کو، اور آسان کر میرے لئے امر (تبلیغ رسالت) کو، اور کھولدے گرہ کو میری زبان سے کہ وہ لوگ میرے قول کو سمجھیں، اور قرار دے تو میرے لئے وزیر میرے اہل سے میرے بھائی علی ابن طالب کو کہ اُسکے سبب سے میری پشت قوی ہو جائے اور شریک کر تو اُسکو میرے امر میں (راوی حدیث بیان کرتا ہے کہ) اُسیوقت ایک منادی نے ندا کی کہ اے احمد جس چیز کا کہ تمنے پروردگار سے سوال کیا وہ تمکو عطا کی گئی[۲]

قبول دعا کا مژدہ سننے کے بعد جناب علی مرتضیٰ سے ارشاد کیا یا علی انت منی بمنزلہ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی، اور پھر قوم کو جس کی تعداد کم و بیش چالیس تھی اور جو بمنزل ابوطالب بادشاہ مکہ اور محافظ پیغمبر میں جمع ہوئی تھی[۳] بعد دعوت طعام کے آپنے شدومد سے دعوت اسلام کی و بروایت و تفسیر ثعلبی قوم کو ڈرایا اور جو دین و مذہب آپ لائے تھے اُس کی خوبیوں اور برکتوں کا ذکر کرکے فرمایا، کون تم میں سے میری وزارت اور میرے امر میں میری استعانت کریگا تاکہ وہی میرا بھائی میرا وصی اور میرا خلیفہ ہو، اور وہی منزلت (بجز نبوت) اُسکو مجھسے ہو کہ جو ہارون کو موسیٰ سے تھی، لیکن کسی نے کچھ جواب نہ دیا البتہ علی مرتضیٰ بار بار چاہتے تھے کہ کچھ کہیں مگر آنحضرت اُنکو روکدیتے تھے تا آنکہ تیسری مرتبہ بھی جب حاضرین میں سے کوئی ٹس سے مس نہوا تو بقول مسٹر گبن اُس خاموشی کو جو شک، حیرت، اور نفرت کے باعث سے پھیل گئی تھی۔ علی کی مردانگی نے رفع کر دیا، یعنی آپ نے کھڑے ہو کر نہایت جوش میں اُشدومد سے حسب تحقیق مورخ ابوالفدا) کہا کہ یا رسول اللہ! میں آپ کی مدد کرونگا اور آپ کے دشمنوں کے

---

[۱] سورہ طٰہٰ پارہ ۱۶ [۲] حافظ ابو نعیم صاحب حلیہ و ما نزل من القرآن فی علی باسنادہ اور امام احمد حنبل نے مسند و مناقب میں فخر رازی نے تفسیر کبیر میں نیشاپوری نے اپنی تفسیر میں بھی اس دعائے پیغمبر کو روایت کیا ہے مگر ہمنے بروایت حافظ ابو نعیم اس واقعہ کو لکھا ہے۔ مولف عفاعنہ۔ [۳] تفسیر ثعلبی۔

تیرے لگاؤں گا، آنکھیں پھوڑ ڈالونگا اور پیٹ چاک اور ٹانگیں قطع کر ڈالونگا اور میں آپ کی وزارت اور جانشینی کی عزت حاصل کرونگا،، اسپر آنحضرت نے اپنی بانہیں اُنکے گلے میں ڈالدیں اور فرمایا کہ اے علی تم ہی میرے بھائی میرے وصی اور میرے خلیفہ ہو، اور حاضرین سے کہا کہ دیکھ لو میرے بھائی میرے وصی اور میرے خلیفہ کو اسکے کلام کو سنو اور اس کی اطاعت کرو[۱]۔

اس واقعہ کے ذکر سے مقصد ہمارا صرف اس امر کے اظہار سے ہے کہ جیسے حضرت موسیٰ اپنے اختیار سے اپنے بھائی حضرت ہارون کو نہ اپنا خلیفہ اور وزیر اور نہ اپنے امر میں اپنا شریک مقرر کرسکے ویسے ہی جناب رسالتماب صلعم بھی بدون حکم خدا جناب علی مرتضیٰ کو نہ اپنے امر میں اپنا شریک مقرر کرسکے نہ اپنا وصی اور خلیفہ، جس سے اُس اعتقاد کی کہ خلافت منصوص من اللہ ہے،، اور تائید ہوتی ہے۔

اگرچہ کوئی مسلمان آنحضرت صلعم کی دعا کے قبول ہونیمیں اعتقاداً شک نہیں کرسکتا اور علاوہ اُس ندائے غیبی کے جسکا ذکر حافظ ابونعیم کی روایت میں ہے قبول دعا کی تائید میں اور بھی آیات و روایات موجود ہیں، پڑھو آیۃ وھو الذی اید ک بنصرہ و بالمومنین[۲] کے تحت تفسیر روایت محدث ابوہریرہ کو، جو بیان کرتے ہیں کہ "خدا نے عرش پر تحریر کر دیا ہے۔ لاالہ الا انا وحدی لاشریک لی، محمد عبدی ورسولی ایدتہ بعلی۔ نہیں ہے کوئی خدا بجز میرے کہ یکتا ہوں اور کوئی میرا شریک نہیں ہے ، محمد میرا بندہ اور رسول ہے ، مدد کی ہے مَیں نے اُسکی ساتھ علی ابن ابی طالب[۳] کے"۔ لیکن قطع نظر اسکے ہم کہتے ہیں کہ جمہور مسلمانوں کا بروے قرآن پیغمبر کی نسبت اعتقاد۔ ماینطق عن الھوی ان ھو الاوحی یوحیٰ کا ہے۔

اب غور کرنا چاہیئے کہ آیۃ "وانذر عشیرتک الاقربین" میں تو صرف یہ حکم تھا کہ قرابت دارونکو

---

[۱] تفسیر معالم التنزیل امام بغوی و درمنثور سیوطی و تفسیر کبیر امام فخر رازی و ثعلبی و مسند و مناقب امام احمد حنبل و تاریخ ابوالفدا و طبری و کامل ابن اثیر و معارج النبوۃ و خصائص امام نسائی وغیرہ ۱۲ منہ [۲] سورہ انفال پارہ ۱۰ [۳] تفسیر درمنثور للسیوطی و ابن عساکر و ارجح المطالب و حافظ ابونعیم صاحب۔ مانزل من القرآن فی علی و حلیۃ الاولیا۔ ۱۲ منہ

بہ سختی دعوت اسلام کرو یہ حکم نہیں تھا کہ علی کو اپنا خلیفہ بھی مقرر کرو۔ پھر جو حضرت نے اُس موقع پر اپنے
بھائی علی کو اپنا وصی اور خلیفہ بھی مقرر کیا تو یہ کس بنا پر؟ آیا اپنی خواہش نفسانی سے بلا منظوری
خدا یا بمنظوری خدا اور بروے وحی؟ اسی امر پر غور کرنے سے آنحضرت کے دعا کرنے اور خدا کے
اُس دعا کو قبول فرمانے پر یقین ہو جاتا ہے۔ اور قبول دعا کے مژدہ کے ساتھ ہی اس وحی کے
ہونے کا بھی، کہ اسی موقع پر علی کو اپنا وصی اور خلیفہ بھی قوم پر ظاہر کر دو، اسی لئے آنحضرت نے
دعوت اسلام کے بعد علی مرتضی کو منجانب خدا اپنا وصی اور خلیفہ مقرر کرنیکا اعلان فرمایا۔

رسالتمآب صلعم نے اپنے بھائی علی مرتضی کو اپنے امر میں اپنا شریک مقرر کرانے کے لئے خدا
سے بعینہ وہی الفاظ دعا میں کہے تھے جو جناب موسیٰ نے اپنی دعا میں اپنے بھائی ہارون کے لئے
کہے تھے۔ اسی لئے آنحضرت، جب کبھی جناب علی مرتضی کی بیش بہا خدمات اسلام پر نظر فرماتے
تھے یا کچھ ذکر اُنکی خدمات کا آجاتا تھا تو بیساختہ فرماتے تھے۔ یا علی انت منی بمنزلة ھارون
من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی " یقین کرنا چاہئے کہ یہ حدیث نبوی اُس دعا اور قبول دعا اور
علی مرتضی کے خلیفہ مقرر ہونے کے واقعہ کی صحت کے لئے ایک تاریخی یادگار ہے۔ یا یوں سمجھو کہ
دعا اور قبول دعا اور علی مرتضی کے خلیفہ مقرر ہونے کے واقعہ تاریخی کو آنحضرت نے اس حدیث
میں محفوظ فرما دیا ہے دعا اور قبول دعا اور علی مرتضی کے خلیفہ مقرر ہونے کے واقعہ کی اُس واقعہ
سے اور تائید ہوتی ہے کہ علی مرتضیٰ نے منزلت ہارونی کو جو اعادہ دعاے موسوی سے منجانب خدا
دعوت قریش کے موقع پر ہی آپ کو عطا ہو چکی تھی، پیش نظر رکھکر ایک موقع پر اُسی آیت کو تلاوت بھی
فرمایا تھا جس کی جزو باتی حضرت ہارون قرآن میں موجود ہے، یعنی جب کہ آپ بیعت کے لئے
طلب کئے گئے اور آپ نے فرمایا اگر میں بیعت نہ کرونگا تو تم کیا کرو گے؟ اسپر کہا گیا کہ قتل
کرینگے، آپ نے فرمایا کہ اگر ایسا کرو گے تو ایک بندۂ خدا اور رسول کے بھائی کو قتل کرو گے
یہ سنکر ایک نالائق شخص نے کہا کہ ہم تمکو بندۂ خدا تو جانتے ہیں مگر برادر رسول نہیں جانتے اسپر آپ
قبر رسالتمآب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا یا ابن ام ان القوم استضعفونی وکادو یقتلوننی

ہارون موسیٰ ثانی کے ارشاد بالا میں بندۂ خدا کے ساتھ "و بھائی" کے لفظ کی تخصیص سے مقصد خویشی اور قرابت رسول سے نہیں سمجھنا چاہیئے بلکہ یہ ایک وزنی حجت تھی کہ میں وہ شخص ہوں جو ابتدا ہی دعوت قریش کے موقع پر رسول اللہ کی اعانت و استمداد کا اقرار کرکے رسول اللہ کے بھائی یعنی وصی اور خلیفہ ہونے کی عزت حاصل کئے ہوئے ہوں اور جس کی خدمات نے پیغمبر سے اس کی نسبت بارہا کہلوایا ہے کہ دنیا اور آخرت میں یہی میرا بھائی اور خلیفہ ہے "یہ تمام امور ایسے تھے کہ اُس مجمع کا کوئی متنفس اُن سے لاعلم نہیں تھا اسی بنیاد پر انکار کیا گیا کہ ہم تمکو رسول کا بھائی نہیں جانتے، جس سے مراد جانشین رسول سے تھی، ورنہ اگر لفظ بھائی کی مراد محض خویشی و قرابت رسول سے ہوتی تو علی مرتضیٰ کے برادر رسول اللہ ہونے سے کون انکار کرسکتا تھا۔

حضرت ہارون کو جبکہ خدا جناب موسیٰ کا ولی عہد اور اُنکے امر میں اُنکا شریک مقرر کرچکا تو ایک دوسرے موقع پر جسکا ذکر قرآن (اسی سورۃ القصص) میں ہے، جبکہ جناب موسیٰ فرعون کی طرف جانیوالے تھے اور حضرت ہارون اُسوقت اُنکے پاس حاضر نہ تھے تو جناب موسیٰ نے خدا سے دعا کی کہ جبرئیل کو جلد ہارون کے پاس بھیجدے تاکہ وہ اُسوقت میرا شریک ہوجاے ایسے ہی موقع جنگ احد پر، جبکہ دنیا طلب مسلمان[1] ہزیمت کھا چکے تھے اور بدحواس ہوکر فرار ہوچکے تھے اور آنحضرت بے یار و مددگار میدان جنگ میں زخمی پڑے تھے، اور خبر قتل مشہور ہوچکی تھی، اور علی مرتضیٰ وہیں میدان جنگ میں ایک دوسرے مورچہ پر مصروف کارزار تھے جناب مرتضوی کو حضور نبوی کی، اور حضور نبوی کو جناب مرتضوی کی کچھ خبر نہ تھی کہ کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں، پیغمبر صلعم نہایت غم و ہم اور اضطراب میں تھے، کفار گھیرے ہوئے تھے، اندیشہ تھا کہ قتل نہ کریں، آپ فراریوں کو ندا دیتے تھے۔ الیّ یا فلان، الیّ یا فلان، انا رسول اللہ[2]

---

[1] تاریخ طبری جلد ۱ حصہ ۳ صفحہ ۱۳۹۵۔

[2] تاریخ واقدی صفحات ۲۱۲-۲۴۲-۲۴۳۔ و سورۂ آل عمران آیت اذ تصعدون۔ الخ

لیکن کوئی پھر کر بھی نہ دیکھتا تھا کہ ناگاہ ہاتف غیبی کی آواز رسول اللہ کے کان میں پہونچی۔

"نادِ علیاً مظہر العجائب۔ تجدہ عوناً لک فی النوائب۔ کل ہم و غم سینجلی۔ بولایتک یا علی یا علی یا علی"[1]

جناب موسیٰ کے بعد نبوت ختم ہونیوالی نہ تھی اور اُنکے جانشین اُنکے بعد نبی ہوتے اس لئے جناب موسیٰ نے اپنے ولیعہد کے پاس فرشتہ بھیجنے کی درخواست کی۔ اور آنحضرت صلعم خاتم النبیین تھے اُنکا جانشین نبی ہونیوالا نہ تھا کہ اُس کے پاس فرشتہ پیغام خدا کا لیجاتا اس لئے خود خدا نے پیغمبر کو مطلع کیا کہ فراریوں کو عبث پکارتے ہو، وہ مرد میدان ہوتے تو بھاگتے ہی کیوں؟ اُسے پکارو کہ جو تمہارے امر میں تمہارا شریک ہو چکا ہے اور جسکی وجہ سے تمہارے بازو قوی کر دئے گئے ہیں۔ چنانچہ یہی ہوا ابھی کہ دم کے دم میں علی مرتضیٰ خدمت رسالتمآب میں پہونچ گئے۔ آپ نے دیکھکر فرمایا کہ یہ اور لوگ کہاں گئے؟ علی مرتضیٰ نے کہا کہ بھاگ گئے۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے اُنکا ساتھ نہ دیا، عرض کیا مجھے تو آپ کے ساتھ اسوۃ ہے کیا ممکن ہے کہ بعد ایمان کے میں کافر ہو جاتا[2] آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ جو کفار مجھے گھیرے ہیں اور حملہ کیا چاہتے ہیں ان کے شر سے مجھے بچاؤ، یہ سنکر تلوار خونچکاں کو جسکا نام ذوالفقار، (دو دھاری تلوار) تھا اور جو ہاتھ میں لئے ہوئے تھے علم کئے ہوئے کفار پر حملہ آور ہوئے اور ایسا شدید حملہ کیا کہ دور تک اُنکو کھدیڑتے ہوئے لے گئے اور تتر بتر کر دیا اور اُسوقت تک خدمت نبوی میں واپس نہ آئے جب تک کہ تمام میدان صاف اور خالی نہ ہو گیا[3]

---

[1] فواتح علامہ میبذی صفحہ ۱۲۳ و ۱۳۱۔ [2] مدارج النبوۃ، معارج النبوۃ، روضۃ الاحباب، روضۃ الصفا [3] علی مرتضیٰ جبکہ اس موقعہ پر مصروف کارزار تھے تو اُن کی غمخواری اور ہمدردی رسول کی تعریف جبریل نے رسالتمآب سے کی آپنے فرمایا کیوں نہو وہ مجھسے ہے اور میں اُس سے ہوں اُن کی اسی کارزار میں بے مثل و بے نظیر شجاعت کو دیکھکر کوئی اسبات کا قائل ہو کہ نہ ہو کوئی جوان مثل اُن کے بہادر و دلیر تھا اور نہ کسی کی تلوار وہ کام کر سکتی تھی جو اُنکی تلوار کرتی تھی مگر یہ تحقیق ہو گیا ہے کہ منادی اُسوقت بالضرور "لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار" کے نعرے لگا رہا تھا دیکھو تاریخ طبری صفحہ ۱۳۰۲ جلد ۱ حصہ ۳ و کامل ابن اثیر جلد ۲ ص ۶۳ و مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۱۳۵ و سیرت ابن ہشام جلد ۲ ص ۹۲ و مطالب السؤل ص ۱۳۱)

یہ تمام مناسبتیں ایسی ہیں کہ جو دعا اور قبول دعا اور علی مرتضیٰ علیہ السلام کے دعوتِ قریش کے موقع ہی پر خلیفہ مقرر ہو جانیکی تائید کرنیوالی ہیں۔

المختصر آنحضرت نے بحکم خدا ذریت جناب ابراہیم میں سے اسی بزرگوار کو، جسمیں وہ تمام اوصاف اور قابلیتیں پائی جاتی تھیں جو خدا نے امامت کے منصب دار کے لئے قرار دیدی تھیں، شروع زمانہ بعثت ہی میں اپنا وصی اور خلیفہ قرار دیکر قوم کو بتایا اور دکھا دیا تھا اور اسکی اطاعت اور فرماں برداری کا حکم دے دیا تھا اور ہمیشہ اُس سے امور تبلیغ رسالت کی عملی کارروائیاں لیتے رہے اور وقتاً فوقتاً جیسا کہ واقعات تائید کرتے ہیں ابتدائی جانشینی کو تازیان بعلت تازہ فرماتے رہے اور خم غدیر اور اسکے متعلقات کے عمل دو واقعات نے تو کوئی شک و شبہہ کی گنجائش ہی باقی نہیں رکھی۔

ایسی حالت میں جو لوگ اُس خدا و رسول کے مقرر کئے ہوئے خلیفہ کے خلاف مسندِ خلافت پر بیٹھ گئے وہ وضع شیٔ علیٰ غیر محلہ کے مصداق ہوئے اور جس فرقہ کا یہ عقیدہ ہے کہ خلافت منصوص من اللہ تھی اور یہ کہ آنحضرت نے اپنے بعد کے لئے علی مرتضیٰ کو اپنا خلیفہ مقرر کر دیا تھا، موافق قرآن مجید اور عمل رسول اللہ کے ہے، اور جو اصول کہ خلاف اس امر کے قرار دیا ہے اُس کی تائید میں قرآن مجید اور عمل رسولؐ دونوں ساکت ہیں۔

واقعات بالا کے علاوہ، اگر غور سے دیکھو اور ہزار مرتبہ اسلامی کتب کو ٹٹولو۔ تو علی مرتضیٰ ہی کو تم ایک اور خاص صفت سے بھی متصف پاؤ گے، یعنی اُن میں اوصاف متضاد و متقابلہ کا ہونا۔

اس دعویٰ کی دلیل کے لئے صرف حدیث تشبیہہ ہی ایک۔ دلیل نصی کافی ہے جو متفق علیہ بین الفریقین مروی ہونے کے علاوہ اپنے کثرت طرق کی وجہ سے تواتر کے تمام مراتب طے کئے ہوئے ہے اور جسکا اس رسالہ میں بھی ذکر آیا ہے اور جس میں بجز اُس شخص کے جسکو علم حدیث سے کچھ خبر اور مَس نہو کلام نہیں ہو سکتا۔ مگر:-

سید رضی علیہ الرحمۃ نے نہج البلاغۃ کے دیباچہ میں تفصیل کے ساتھ اُن اوصاف متضادہ کا ذکر فرمایا ہے اور ہمارے معاصر مولوی عبیداللہ صاحب امرتسری نے بھی اپنی مقدس تصنیف ارجح المطالب کے دیباچہ میں، غالباً وہیں سے اُن اوصاف متضادہ کو، اس زمانہ کی انشاپردازی کے لباس میں اقتباس کیا ہے اور میں خم غدیر کے دیباچہ کو اُسی پر ختم کرتا ہوں وہ فرماتے ہیں کہ وہ اگر حسن عقیدت سے قطع نظر کر کے تھوڑی دیر کے لئے چشم انصاف سے بھی دیکھا جائے تو رائے قایم کرنیکا بخوبی موقع مل سکتا ہے کہ جس جلیل الشان اسلامی ہیرو کا یہ فوٹو لیا گیا ہے وہ صرف مذہبی پیشوا ہی نہیں ہے بلکہ سلطنت کے تاریخی آسمان کا آفتاب ہے دنیا میں جتنے مشاہیر گذرے ہیں اور جنکی سوانح عمریاں آب زر سے لکھی گئی ہیں، اُنمیں سے جناب امیر ایسے فرد الافراد ہیں کہ ہر طبقہ کے مشاہیر میں سر آمد نظر آتے ہیں۔

مجمع سلاطین میں آپ جلال الٰہی کا تاج سر پر رکھے ہوئے ایک عظیم الشان سلطان ہیں کہ جنکے دربار میں قیصر و کسریٰ کے سفیر دست بستہ نہایت ادب سے سر نیچے کئے ہوئے خاموش استادہ ہیں۔

معرکہ کارزار میں آپ ایسے یکہ تاز شہسوار ہیں کہ آستینیں چڑھا کر عمرو مرحب جیسے عرب کے رستم نزادوں کو پچھاڑ کر اُنکے سینہ پر چڑھے ہوئے نظر آتے ہیں۔

ممبر پر آپ ایک شیوہ زبان اسپیکر ہیں کہ فصحاء عراق اور بلغاء عرب آپ ہی کے خطبہ کی فصاحت سے جوش میں آکر کچھ پوچھنے کے لئے اُٹھتے ہیں اور پھر خود بت بنکر کھڑے کے کھڑے رہجاتے ہیں۔

علم و فضل کی درسگاہ میں آپ ایک طلیق اللسان پروفیسر ہیں کہ انبیاء بنی اسرائیل کی شریعت کے رموز کو یونانی فلسفہ کے ساتھ بنی اسمعیل کی زبان میں بیان فرمارہے ہیں۔ غرضکہ مسند فقر پر آپ ایک منکسر المزاج فقیر ہیں۔ اور چار بالش امارت پر آپ ایک ذی شوکت امیر ہیں۔ اگر عدالت میں آپ نوشیرواں ہیں تو شجاعت میں رستم داستان۔ اگر سخاوت میں

آپ حاتم نوال ہیں تو شہامت میں کیخسرو مثال ہیں۔

ایسے صفات متضادہ کا بشر ابوالبشر کی اولاد میں پیدا نہیں ہوا، اور ایسے اوصاف متقابلہ کا آدمی جناب آدم کی ذریت میں ہویدا نہیں ہوا۔

انہیں صفات متضادہ اور اوصاف متقابلہ کو دیکھکر نُصیریہ نے آپ کو خدا جانا اور صوفیہ نے خدا جانے کیا جانا۔ مگر سچ تو یہ ہے۔

ذاتِ حیدر کو کوئی کیا جانے
یا نبی جانے یا خدا جانے

بمبئی ۵ مارچ سنہ ۱۹۰۴ء مطابق
۱۶۔ ذالحجہ سنہ ۱۳۲۱ھ یوم شنبہ

الراقم آثم
خاکسار
محمد زکی قزلباش

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قطعہ

ادا سے دیکھ کے مجھکو نہ ٹالنا ساقی
نگاہِ لطف سے ارماں نکالنا ساقی

مری ولا میں ملی ہے شراب خمِ غدیر
دو آتشہ کا ہے نشہ سنبھالنا ساقی

تمہید، اور مسلک مصنف تصانیف میں

جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام کی ولیعہدی خمِ غدیر کا واقعہ بسلسلہ واقعات حجۃ الوداع[1] کے ہے اسلئے پہلے حالات حجۃ الوداع اور اُسکے متعلقات مختصراً بیان کئے جاتے ہیں تاکہ ہر واقعہ کے سمجھنے میں سہولت ہو۔

اگرچہ میں ہمیشہ اس عمل کا پسند کرنیوالا ہوں کہ اختلافی واقعات میں اُن احادیث و روایات کو کام میں لایا جاسکے کہ جو متفق علیہ ہوں تاکہ ہر فرقہ بطیب خاطر اُسکو دیکھ سکے، لیکن واقعہ

---

[1] حجۃ الوداع سے مراد حج آخری آنحضرت صلعم سے ہے کہ اس حج کے بعد پھر نوبت حج کی نہیں آئی اور کچھ اوپر دو مہینہ یعنی ۲۸- صفر کو آنحضرت نے رحلت فرمائی - ۱۲ منہ

جانشینی کہو یا امامت علیؑ مرتضیٰ ایک ایسا اختلافی امر مسلمانوں کے دونوں بڑے فرقوں شیعہ اور سنی میں ہے کہ بحسب تحقیق فاضل شہرستانی صاحب "ملل ونحل" "اسلام میں بروے قاعدۂ دینیہ جیسی اس امر امامت پر تلوار کبھی کسی امر میں نہیں کھچی" اسلئے اس رسالہ کی بنیاد صرف اُن اخبار پر رکھی ہے جو بطریق اہلِ سنت مروی ہیں - لہٰذا واقعات کے شروع کرنے سے پہلے آنحضرت صلعم کا ایک ارشاد آنحضرت سے حدیث روایت کرنے کے متعلق بطریق اہل سنت تاکہ یہ امر بخوبی ذہن میں مستقر رہے کہ حضرات ائمہ محدثین و علماے اہلِ سنت جناب رسالتماب صلعم سے حدیث روایت کرنے میں کسقدر احتیاط مد نظر رکھتے ہیں -

"عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلعم اتقوا الحدیث عنی (اے اخذ روایت عنی) الا ما علمتم (اے لا تحدثوا عنی الا ما علمتم انہ من حدیثی) فمن کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار" [2]	"رئیس المفسرین حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ فرمایا آنحضرت نے پرہیز کرو تم لوگ مجھسے حدیث روایت کرنے میں جب تک کہ بالیقین نہ جانو کہ وہ حدیث میری ہے پس جو شخص کہ عمداً مجھپر جھوٹ باندھے گا چاہیے کہ وہ اپنی نشست کی جگہ دوزخ میں مہیا کرلے"

چار اور حدیثیں | اس ارشاد آنحضرت کو اصولاً پیش نظر رکھکر جو کتب احادیث و سیر محدثین و علماے اہل سنت نے مدون فرمائے ہیں اُنمیں خاص طور پر وہ احادیث جن کی مورخانہ شان سے اس امر کا پتہ دیتے ہیں کہ آنحضرت نے اگرچہ حج آخری میں جانے سے پہلے متواتر موقعوں پر جناب علی مرتضیٰ کی نسبت "انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا لا نبی بعدی" [3]

[1] بعد ختم زمانہ نبوت تقرر امام کا واجبات سے ہے - صواعق محرقہ ابن حجر مکی شیخ شہاب الدین - مطبوعہ مصر مقدمہ ثانیہ صفحہ ۶ - ۲۱ سنہ - [2] مشکوٰۃ شریف مطبوعہ دہلی کتاب العلم صفحہ ۲۵ - ۱۳۰۳ سنہ [3] حافظ ابن حجر صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں کہ سبکو آگاہ ہونا چاہیے کہ یہ حدیث متواتر ہے - یہ حدیث ام المومنین عائشہ اور ابن مسعود اور ابن عباس (بقیہ آئندہ)

فرمایا تھا۔ لیکن قریب زمانہ حج آخری کے آنحضرت نے ایک مرتبہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود سے جیسا کہ
وہ خود روایت کرتے ہیں فرمایا کہ اُے عبد اللہ خدا نے مجھ پر جن و انس کے ایمان لانے کا وعدہ فرمایا
تھا اُسکو پورا کیا اور اب میری اجل کا زمانہ قریب ہے (عبد اللہ) نے عرض کیا کہ آپ اپنے بعد
کے لئے کسی کو خلیفہ بنا جائیں حضرت نے فرمایا کس کو؟ میں نے عرض کیا کہ (جناب) ابو بکر کو یہ سنکر
حضرت خاموش ہو گئے اور تھوڑی دیر کے بعد ایک ٹھنڈی سانس لی میں نے خیال کیا کہ میری بات
حضرت کو پسند نہ آئی تب میں نے عرض کیا کہ آپ اپنا خلیفہ عمر کو بنائیں، پھر حضرت خاموش ہو گئے
اور حضرت نے پھر ایک گہری سانس بھری، اُسوقت میں نے علی ابن ابی طالب کا نام لیا جس پر حضرت
نے بہ فرحت فرمایا کہ بخدا، اگر تم اُس سے بیعت کر دگے تو وہ تم سب کو جنت میں پہونچا دیگا

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲۲) اور ابن عمر اور عبد اللہ ابن زمعہ اور ابو سعید اور علی اور حفصہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہوئی ہے۔
اور حافظ عبد البر کتاب استیعاب میں کہتے ہیں کہ اس حدیث کو صحابہ کی ایک جماعت کثیر نے روایت کیا ہے یہ نہایت ثابت
شدہ تریں اخبار اور اصح ترین روایت سے ہے، آنحضرت سے سعد بن ابی وقاص نے اسکو روایت کیا ہے اور سعد سے
بہت سے طریقوں سے روایت ہوئی ہے اور سعد کے علاوہ ابن عباس، ابو سعید خدری، ام سلمہ، اسماء بنت عمیس،
جابر بن عبد اللہ انصاری اور ایک جماعت کثیر نے روایت کیا ہے جکا ذکر باعث طول ہے۔ ایسی نوٹ اس حدیث
کی صحت اور حد تواتر سے بڑھ جانے کی نسبت ابو الحجاج یوسف بن عبد اللہ صاحب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال و حافظین
یوسف الکنجی شافعی صاحب کفایۃ الطالب جلال الدین سیوطی صاحب کتاب الازہار المتناثرہ فی الاحادیث متواترہ، اور
شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفا شیخ الاسلام ابن تیمیۃ الحرانی صاحب منہاج السنۃ نے کیا ہے۔ اصل عبارت کے لئے
اس مختصر رسالہ میں گنجایش نہیں ہے ارجح المطالب (صفحہ ۴۴۸) میں تمام عبارتیں مع ترجمہ نقل ہوئی ہیں اور اُن محد
احادیث کے نام کی ایک فہرست بھی سلسلہ وار دی ہے جنہوں نے اس حدیث کی تصریح کی ہے اور بعض طرق حدیثیہ کو
مع اُن جملہ مواقع تحقیق سے لکھا ہے کہ جن جن مواقع پر آنحضرت صلعم نے جناب علی مرتضی کی نسبت اس حدیث کو ارشاد
فرمایا ہے۔ مولف عفی عنہ۔ نوٹ صفحہ ہذا ۔ اکام المرجان از عبد اللہ شبلی حنفی، و توضیح الدلائل و مسند امام احمد حنبل و
حسن السیرۃ مولفہ عبد القادر مکی از علما مکہ طبرانی در معجم کبیر، و ابو نعیم در حلیہ، و اخطب خوارزمی در مناقب، و مسند عبد اللہ بن احمد

ایسے ہی ایک مرتبہ آنحضرت نے جناب حذیفہ بن الیمان سے فرمایا کہ "اگر علی کو تم والی بناؤ گے تو اسکو ہادی اور مہتدی پاؤ گے۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ مجھسے آنحضرت نے فرمایا کہ خدا نے مجھکو تمام انبیا سے برگزیدہ کیا ہے اور مجھکو وصی بنانیکا اختیار دیا ہے پس مینے اپنے ابن عم کو انتخاب کیا ہے جسکی وجہ سے خدا نے میرے بازو کو قوی کیا ہے جسطرح کہ موسیٰ کے بازو کو اُنکے بھائی ہارون سے قوی کیا تھا پس وہ میرا خلیفہ اور وزیر ہے اور اگر میرے بعد نبوت ہوتی تو وہی نبی ہوتا"[1]

اسی حدیث کو جناب مرزا محمد جعفر راہج یوں نظم فرماتے ہیں

اگر جہاں میں نبی بعد مصطفےٰ ہوتے

قسم خدا کی پیمبر کی مرتضےٰ ہوتے

مدینہ میں حجاج کی تعداد

یہ ارشادات آنحضرت جیسا کہ میں لکھ چکا ہوں اُس زمانہ کے ہیں جبکہ آنحضرت سفر حج کی تیاریوں میں تھے تمام مسلمانوں کو احکام جاری ہو چکے تھے کہ اس سال کے حج میں تمام مسلمان چلیں چنانچہ حسب تحقیق صاحب معارج النبوۃ ایک لاکھ بیس ہزار صرف وہ مسلمان تھے جو مدینہ میں حاضر ہو کر ہمرکاب سعادت انتساب جناب رسالتمآب صلعم روانہ بیت اللہ ہوئے تھے۔

افعال و اقوال آنحضرت بروے وحی ہوتے تھے

ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحیٰ" قرآنی نص بلا اختلاف اس امر کی شاہد ہے کہ آنحضرت صلعم کے اقوال و افعال میں کوئی تفریق نہ تھی، انکا کوئی فعل اور قول خواہش نفسانی سے نہیں ہوتا تھا جو کچھ وہ فرماتے تھے بروے وحی فرماتے تھے اور جو کچھ وہ کرتے تھے بروے وحی کرتے تھے۔ چنانچہ سال ششم ہجری میں بمقام حدیبیہ جبکہ ان شرائط پر صلح ہونے سے جو فیمابین آنحضرت اور قریش مکہ ہوئی تھی حضرت عمر کو کچھ شکوک پیدا ہوئے اور انھوں نے اس فعل (صلعم) کو، بقول شاہ ولی اللہ صاحب اور اُن کے مقلد مولوی شبلی نعمانی، منصب نبوت سے خارج سمجھکر آنحضرت سے کچھ گفتگو کی جسکو حضرت

[1] مستنباب امام عبدالرحمن مودۃ القربیٰ کی چھٹی مودت۔ مولف عفا اللہ عنہ۔

نعمانی الفاروق میں کسی قدر نقل کرکے اسپر یہ راے رکھتے ہیں کہ "ان (عمرؓ) کی گفتگو اور خصوصاً انداز گفتگو خلاف ادب تھا"[۱] تو حضرت ابوبکرؓ نے انکو یہ سمجھایا (جیساکہ محدث جمال الدین صاحب روضۃ الاحباب تحریر کرتے ہیں[۲]) صدیق گفت اے عمر برو و دست در رکاب او زن و ہیچ اعتراض مکن کہ وے فرستادۂ خدا است و ہرچہ کند بہ وحی کند و مصلحت دراں باشد[۳]۔

حج آخری کے لئے اہتمام خاص بروے وحی تھا

پس کچھ شک وشبہہ کی بات نہیں ہے کہ آنحضرت صلعم کا اس مرتبہ کے حج کو اس اہتمام بلیغ کے ساتھ جانا کہ تمام مسلمانوں کو پہلے سے احکام جاری کئے گئے تھے کہ اس مرتبہ کل مسلمان حج سے مشرف ہوں ابروے وحی الٰہی یعنی خدا کے حکم سے تھا اور جو کچھ مصلحت اس اہتمام کی ہو سکتی ہے وہ آیندہ واقعات اور اصول فلسفۂ تاریخی کے بموجب اُن واقعات میں سبب اور مسبب کے سلسلے تلاش کرنے سے ظاہر ہو سکتی ہے۔

روانگی قافلہ مدینہ اور راہ میں قافلہ یمن کا شامل ہو جانا اور حج

مورخ متفق ہیں کہ آنحضرت مدینہ سے روانہ ہو کر ابھی منا تک نہیں پہونچے تھے کہ علی مرتضیٰ علیہ السلام کا قافلہ بھی حکم رسالت پناہی پہونچتے پر یمن سے بالا بالا آنحضرت کی خدمت میں پہونچ گیا جنکو مدینہ سے آنحضرت نے اس دعا کے ساتھ بمقام یمن ماہ مبارک صیام سنہ ۱۰ھ میں روانہ کیا تھا کہ "الٰہی علی کی واپسی تک تو مجھکو زندہ رکھنا"[۴] آنحضرت صلعم علی مرتضیٰ کو دیکھکر مسرور ہوئے اور انکو احرام باندھے ہوے دیکھکر پوچھا "تمنے کیا نیت کی ہے؟" عرض کیا کہ "میری نیت آپ کی نیت پر ہے"۔ آنحضرت نے فرمایا کہ "بیشک تم میری[۵]

---

[۱] الفاروق جلد اول صفحہ ۵۲ [۲] روضۃ الاحباب ایسی معتمد کتاب ہے کہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ میں اکثر استناد اس سے کیا ہے اور شاہ عبد العزیز نے بھی اسکی توثیق اپنے رسالہ اصول حدیث مطبوعہ کلکتہ صفحہ ۲۸ میں کی ہے اور اسکو منشی نثیخ بہادر نے سنہ ۱۲۹۷ھ میں بمطبع انوار محمدی لکھنؤ بہ تصحیح مولوی صادق علی، مولوی عزیز حسن، مولوی فتح محمد صاحبان حمائل فصول صحیحہ مقابلہ کرکے طبع کرایا ہے۔ [۳] صفحہ ۵۰۸ [۴] جامع ترمذی شریف، روایتاً ہم علیہ و مناقب اخطب خوارزم [۵] کامل جزو دوم صفحہ ۱۳۰ و طبری جزو ثانی صفحہ ۵۰۸ و سیرت ابن اسحاق و صحیح مسلم وغیرہ۔ مولف عفی عنہ

قربانی میں شریک ہو“
اب قافلہ کا کوچ ہوا اور حضرت منٰہ پہونچے اور ارکانِ حج بجالائے اور اسی مقام پر جن
جن حجاج کو اُسوقت تک آنحضرتؐ کی کبھی زیارت سے مشرف ہونیکا اتفاق نہیں ہوا تھا وہ
سب مشرف ہوئے اور خدا نے اُنکو درجہ اور شرف صحابی کا عطا کیا۔

نزول سورۂ الم نشرح

آنحضرت صلعم ابھی مکہ میں ہی تھے کہ سورۂ الم نشرح ،، نازل ہوا جسکی آخری آیۃ
یہ ہے ”فاذا فرغت فانصب والی ربک فرغب“ جسکے الفاظ صاف بتارہے
ہیں کہ جب آنحضرت حج سے فارغ ہوں تو اپنے مابعد زمانہ کے لئے نصب خلیفہ کر کے اپنے
عہد میں ولی اُسے مقرر کر دیں کیونکہ آخری حصہ آیۃ ”والی ربک فرغب“ میں حضرت کو خبر وفات
دی گئی ہے چنانچہ آنحضرت نے اس واقعہ کے بعد سہ ماہی کے اندر ہی اندر یعنی ۲۸ صفر ۱۱ھ
میں وفات فرمائی۔ لیکن آنحضرت نے اسموقع پر متعلق نصب خلیفہ بظاہر کوئی کارروائی نہیں فرمائی
بجز اسکے کہ بیشمار مسلمانوں کے مجمع میں اوصاف فضائل مرتضویؑ بتکرار بیان کرنا شروع کئے تاکہ
لوگ علی کی قابلیت کو پیغمبر کی زبانی سن لیں اور غور کریں کہ بعد پیغمبرؐ منصب خلافت کے لئے آنحضرتؐ
نے کس میں اوصاف ظاہر فرمائے ہیں۔

مناقب مرتضویؑ میں احادیث نبوی

کبھی ارشاد ہوا کہ میں اور علیؑ آدمؑ سے چودہ ہزار برس پہلے عرش کی داہنی طرف
ایک نور سے پیدا ہوئے ہیں ہم خدا کی تسبیح و تقدیس کیا کرتے تھے جب خدا نے
آدمؑ کو پیدا کیا تو ہم کو مردوں کی پاک پشتوں سے عورتوں کے پاک رحموں کی طرف منتقل
فرمایا یہاں تک کہ ہم صلب عبد المطلب تک پہونچے، پھر ہم کو دو حصوں پر منقسم فرمایا
ایک حصہ عبد اللہ کے صلب میں اور ایک حصہ ابو طالب کے صلب میں تقسیم کر دیا
پھر ایک حصہ سے مجھے اور ایک سے علی کو بنایا اور ہمارے لئے اسمائے حسنیٰ میں سے
اسم مشتق کئے پس اللہ محمود ہے اور میں محمد ہوں اور اللہ اعلیٰ ہے اور میرا بھائی علی ہے
اور اللہ فاطر ہے اور میری بیٹی فاطمہ ہے اور اللہ محسن ہے اور میرے دونوں فرزند حسن و حسین

ہیں، پھر میرا نام پیغمبری اور علیؑ کا نام خلافت و شجاعت میں درج کیا میں خدا کا رسول ہوں اور علی خدا کی تلوار ہے"[۱]

یہ بھی آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ "خدا نے فرشتوں کو علی کے چہرہ کے نور سے خلق کیا ہے"[۲]

یہ بھی فرمایا کہ "علی کے چہرہ کی طرف نظر کرنا بھی عبادت ہے"[۳]

یہ بھی فرمایا کہ علی کا ذکر بھی عبادت ہے"[۴]

کبھی خود جناب علی مرتضٰی سے ارشاد ہوا، جیسا اوپر لکھا جا چکا ہے، کہ "یا علی تمکو مجھسے وہی منزلت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی مگر یہ کہ بعد میرے کوئی نبی نہو گا"[۵] جسکا مطلب یہ ہے کہ نبوت تو مجھپر ختم ہو چکی لیکن اور تمام کمالات اور اوصاف روحانی کے میرے بعد تمہیں عالم ہو۔

کبھی ارشاد ہوا کہ "علیؑ مجھسے ہے اور میں علیؑ سے ہوں اور علی ہی میرے بعد سردار کل مومنین کا ہے۔ اور جو کام میرا ہے وہ میں کر سکتا ہوں یا علیؑ"[۶] اور کبھی فرمایا علی میرا داماد اور میرے بچوں کا باپ ہے اور اے علیؑ تو مجھسے ہے اور میں تجھسے ہوں"[۷]

---

[۱] خصائل علویہ نطنزی، فردوس الاخبار دیلمی، مناقب امام احمد حنبل، و مناقب اخطب خوارزم و ابن عساکر و الحموینی و محب طبری از سلمان فارسی، و فقیہ ابن المغازلی از ابوذر غفاری و سلمان فارسی و جابر بن عبد اللہ انصاری و خطیب بغدادی در تاریخ خود و اور دیگر محدثین نے بھی اپنے مصنفات میں بطرق متعددہ اس حدیث نور کو حضرت عبد اللہ ابن عباس سے اور مرشد شیخ عبد القادر جیلانی سے اور انس بن مالک سے اور خود جناب علی اور امام حسین علیہ السلام سے روایت کیا ہے۔ ۱۲

[۲] ابو المؤید موفق بن احمد بن ابی سعید اسحاق المعروف بہ اخطب خوارزم بروایت حضرات عثمان و عمر ۱۲۔

[۳] نزل الابرار میں علامہ بدخشی نے جن جن محدثین نے اس حدیث کو روایت کیا ہے، مفصل لکھا ہے ۱۲۔

[۴] طبرانی و ابن مردویہ [۵] مودۃ القربیٰ سید علی ہمدانی ۱۲۔

[۶] ترمذی روایت عمران بن حصین و خصائص امام نسائی و ارشاد مرصفحہ ۵۷ ۔

[۷] بغوی و احمد و طبرانی و حاکم و ارجح المطالب صفحہ ۵۶۴ ۔

یہ بھی ارشاد فرمایا جس کی شہادت حضرت عمر دیتے ہیں، اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمین ترازو کے ایک پلڑے میں رکھے جاویں اور دوسرے میں علیؑ کا ایمان، تو علیؑ کے ایمان والا پلہ ہی بھاری ہوگا[1]

انس بن مالک کہتے ہیں کہ یہ بھی آنحضرت نے فرمایا، کہ ہر نبی کی نظیر اُنکی امت میں ہوتی رہی ہے پس علی میری نظیر ہے[2] خود جناب امیرؑ سے ارشاد فرمایا کہ یا علیؑ تم عیسےٰ کی مثل ہو کہ یہودیوں نے انسے بغض رکھا یہانتک کہ اُن کی والدہ ماجدہ پر بہتان دھر دیا، اور نصاریٰ نے اُن سے یہانتک محبت کی اور اُنکا رتبہ اسدرجہ بڑہایا کہ جو اُنکے لئے نہیں تھا[3]

ایک مقام پر آنحضرت مجمع اصحاب میں ہیں کہ دفعتاً فرمایا، ”میں تمہیں ایسا شخص دکھاؤں کہ اپنے علم میں وہ آدم ہو، فہم میں نوح ہو، اور حکمت میں ابراہیم ہو“، حضرت ابوبکر نے کہا کہ آپنے جو ایسا شخص بیان فرمایا ہے کہ فضائل میں نبیوں کے مساوی خیال کیا جاتا ہے کون ہے ؟ آنحضرت نے فرمایا کہ تم اُسکو نہیں جانتے؟ عرض کیا کہ خدا اور رسولؐ زیادہ جاننے والے ہیں، آنحضرت نے فرمایا کہ وہ ابوالحسنؑ علیؑ ابن ابی طالب ہے، یہ سنکر اُنہوں نے علی مرتضےٰ سے کہا بخ بخ لک یا ابوالحسن[4]

یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ”خدا نے عرش اور دیگر مقامات شریفہ پر میرے نام کے بعد

---

[1] مناقب اخطب خوارزم فصل ۱۳ و مودۃ قربیٰ صفحہ ۲۵ و ۲۶

[2] ارجح المطالب صفحہ ۵۶۷ -

[3] اس حدیث کے ذیل میں امام فخر رازی، کہ جنکے مناقب و فضائل کو علمائے اہل سنت میں بہت کچھ بیان اور قبول کیا گیا ہے، کہتے ہیں کہ ”یہ حدیث دال ہے کہ جناب علیؑ اِن صفات میں انبیا کے مساوی تھے اور کسی قسم کا شک نہیں کیا جاسکتا کہ یہ انبیا تمام صحابہ سے افضل تھے اور مساوی الافضل، افضل ہوا کرتا ہے اس لئے جناب امیر بھی اِن سے افضل ہوئے“ دیکھو ارجح المطالب صفحہ ۵۶۹ ، یہ حدیث تشبیہہ متعدد طرق سے روایت ہوئی ہے دیکھو کتاب جواہر الاخبار ۱۲

علی کا نام بھی اس طرح رقم فرمایا ہے لا الٰہ الا اللّٰہ، محمد رسول اللّٰہ، علی حبیب اللّٰہ الحسن والحسین صفوۃ اللّٰہ وفاطمۃ امۃ اللّٰہ علی مبغضیھم لعنۃ اللّٰہ[۱]

یہ بھی ارشاد فرمایا کہ "شبِ معراج میں خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ علی ہی سید المومنین اور امام المتقین قائد الغر المحجلین ہے"[۲]

یہ بھی ارشاد فرمایا کہ علی ہی وہ شخص ہے جو ناکثین اور مارقین و قاسطین سے جنگ کریگا جسکی بابت وہ امر کیا گیا ہے، اسپر جب کسی نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ تو فرمایا کہ ناکثین اہل جمل (طلحہ و زبیر و ام المومنین عائشہ) اور مارقین خوارج اور قاسطین اہلِ شام (خال المومنین معاویہ) ہیں جو علی سے جنگ کرینگے[۳]

ام المومنین عائشہ فرماتی ہیں کہ یہ بھی آنحضرت نے فرمایا "حق علی کے ساتھ ہے جدہر علی پھرتا ہے حق اُسکے ساتھ پھرتا ہے"[۴] آنحضرت نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ "علی ہی ابرار کا سردار

---

[۱] مناقب اخطب خوارزم و شفاء قاضی عیاض و ریاض النضرہ للمحب طبری، و نظم درر السمطین و ازالۃ الخفاء و درمنثور و خصائص کبری از علامہ سیوطی [۲] مناقب صدر الائمہ ابو المؤید اخطب خوارزم۔ مولف عفی عنہ) العقد [۳] کتاب سیرت محمدیہ طبع مصر صفحہ ۵۹ ہم و مجمع بحار الانوار (لغت) طبع نولکشور پریس لکھنؤ ص ۳۹۰ و تحفہ اثنا عشریہ طبع لکھنؤ ص و مناقب اخطب خوارزم و کتاب اربعین حاکم [۴] ارجح المطالب صفحہ ۴۴۴ لغایۃ ۴۴۷۔ آنحضرت صلعم جبکہ علی مرتضٰی علیہ السلام کے فضل شرف کے بیانمیں مصروف و منہمک تھے تو اسی موقع پر ام المومنین عائشہ صدیقہ نے بھی ایک گذشتہ واقعہ انہی میتی کے متعلق یہ بیان فرمایا کہ ایک موقع پر مال غنیمت سے حصہ طلب کرنیمیں اسقدر مبالغہ اور اصرار ہمنے کیا کہ آنحضرت رنجیدہ اور ملول ہوئے، علی نے کہ اُسوقت موجود تھے مجھکو سمجھایا اور منع کیا اور سرزنش کی تو ہمنے بھی اُنسے بخشونت کلام کیا، تب علی نے آیتہ تخییر پڑھی (حاصل ترجمہ آیت قریب ہے کہ پروردگار آنحضرت کو اگر وہ تمکو طلاق دیں، تو تمہارے بدلے تم سے بہتر ازدواج دے) یہ تو ہمنے انکو اور بھی زیادہ سختی اور درشتی سے جواب دیا کہ آنحضرت صلعم کو میری سختی اور درشتی پر غصہ آگیا اور مجھپر غضبناک ہوئے اور علی سے متوجہ ہوکر فرمایا کہ یا علی میں تمکو اپنی ازدواج کے طلاق دینے کا اختیار دیتا ہوں اور وکیل مقرر کرتا ہوں کہ جسکو چاہو طلاق دیدو اب تمکو یہ اختیار حاصل ہے اور میری وفات کے بعد بھی تمکو یہ اختیار حاصل رہیگا،، (دیکھو کتاب روضۃ الاحباب جلد ۳ صفحہ ۶۶)

فجار کا قاتل ہے جو اُسکی مدد کریگا خدا اُسکی مدد کریگا جو اُسکی تحقیر و تذلیل کریگا اور پھر باآواز بلند فرمایا کہ میں شہر علم ہوں اور علی اسکا دروازہ ہے جسے علم حاصل کرنا ہو وہ دروازے سے آئے۔ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جسنے آدم کو اُن کے علم میں، نوح کو اُن کے فہم میں، ابراہیم کو اُن کے حلم میں، موسیٰ کو اُن کی شدت میں، عیسیٰ کو اُن کے زہد میں، مجھکو میرے جمال میں اور جبرئیل کو اُن کی امانت میں خواہ ستارہ درخشاں اور ماہِ منور کو نہ دیکھا ہو یا دیکھنا منظور ہو تو وہ گردن بلند کرے اور میرے ابن عم علیؑ ابن ابی طالب کو دیکھے، مینے پروردگارِ عالم سے علی کے واسطے ایک صفت کی خواہش کی تھی، لیکن خدا نے اسکے ساتھ اُن کو سات صفتیں اور عطا کیں۔ مینے صرف یہی خواہش کی تھی کہ روز قیامت اُنکا حشر میرے ساتھ ہو، اسکو خدا نے منظور فرما کے ارشاد کیا کہ سب سے پہلے (اے محمد) تم قبر سے نکلو گے علی تمہارے ساتھ ہونگے، سب سے پہلے تم شفاعت خلق کی چاہو گے وہ تمہارے ساتھ ہونگے، سب سے پہلے تم صراط سے گزرو گے وہ تمہارے ہمراہ ہونگے۔ سب سے پہلے تم دروازۂ جنت کو کھولو گے وہ تمہارے ساتھ ہونگے، سب سے پہلے تمہاری ملاقات حور عین سے ہوگی وہ تمہارے ساتھ ہونگے، سب سے پہلے تم ہماری طرف (انوار الٰہی) نظر کرو گے وہ تمہارے ساتھ ہونگے۔[1]

ابوموسیٰ اشعری کہتے ہیں کہ آنحضرت نے علی مرتضیٰ سے فرمایا کہ۔ یا علیؑ تم حق کے ساتھ ہو اور میرے بعد بھی حق تمہارے ساتھ ہوگا۔[2] ابوذر غفاری یہ ارشاد آنحضرت بیان کرتے ہیں کہ "علی حق کے ساتھ ہے اور حق علی کیساتھ اور دونوں جدا نہونگے جبتک کہ حوض کوثر پر وارد نہوں"[3]

---

[1] خصائص شاذان، سنن ترمذی، صواعق محرقہ، صحیح حاکم، وجمع الجوامع سیوطی ۲، ورزین العقبیٰ فی شرح اہل آتی، ویاقوت حموی درمعجم الادبا، ومرات الجنان یافعی وحاکم در تاریخ نیشاپور، وامام احمد حنبل الشیبانی، وذخائر العقبیٰ محب طبری و شیخ فریدالدین عطار در نظم، ومودۃ القربیٰ سید علی ہمدانی شافعی۔ وجواہر الاخبار۔

[2][3] ارجح المطالب صفحہ ۳۴۳ تا ۳۴۷۔

یہ بھی آنحضرت نے فرمایا کہ "قرآن علی کے ساتھ ہے اور علیؑ قرآن کے ساتھ اور وہ جدا نہونگے جبتک کہ حوض پر وارد نہوں[۱]" ابو موسیٰ حمیدی بیان کرتے ہیں کہ میں نصف عرفہ میں رسول خدا کے ساتھ تھا ابوبکر و عمر و عثمان اور دیگر چند اصحاب اور علی بھی آپ کے ہمراہ تھے حضرتؐ نے ابوبکر سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ اے ابوبکر یہ شخص جسکو تم دیکھتے ہو یعنی علی ابن ابی طالب آسمان و زمین میں میرا وزیر ہے اگر تم چاہو کہ خدا سے اس حال میں ملاقات کرو کہ وہ تم سے رضامند ہو تو علی کو رضامند رکھنا کیونکہ اسکی خوشنودی خدا کی خوشنودی ہے اور اسکا غضب خداوندی ہے[۲]" جابر انصاری کہتے ہیں کہ یہ بھی آنحضرت نے بیان فرمایا کہ "اے میری امت کے لوگو اور اے صحابہ ہم اہل بیت کی دوستی کو لازم قرار دو کیونکہ جو کوئی اللہ سے ملاقات کرے درانحالیکہ وہ ہمکو دوست رکھتا ہو تو وہ ہمارے ہمراہ جنت میں داخل ہوگا اور میں اُسی ذات کی قسم کھاتا ہوں جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ کسی بندہ کو اُسکا عمل کچھ نفع نہ دیگا مگر ہمارے حق کی معرفت کے ساتھ[۳]"

یہ بھی آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ آیت مودۃ قربیٰ (سورہ شوریٰ) میں جن میرے قرابتداروں کی محبت اور دوستی واجب کی گئی ہے وہ علیؑ و فاطمہ حسن و حسین ہیں[۴]" ابو سعید خدری اور رئیس المفسرین حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ آیۃ وقفوھم انھم مسئولون (سورۂ والصّٰفّٰت) (ٹھہراؤ اُنکو تحقیق کہ اُنسے پوچھنا ہے کی نسبت آنحضرت نے بیان فرمایا کہ قیامت کے علی کی ولایت کی نسبت پوچھا جائے گا[۵]" حضرت ابن عباس اور ابو برزۃ الاسلمی و جابر انصاری رضی اللہ عنہم بالاتفاق یہ کہتے ہیں کہ آیہ انما انت منذر ولکل قوم ھاد۔ (سوائے اسکے نہیں کہ تم (اے محمدؐ) ڈرانے والے ہو اور قوم کے لئے ایک ہادی) کی نسبت آنحضرت نے فرمایا کہ میں ڈرانیوالا ہوں اور علی ہادی ہے۔ اور پھر علی مرتضےٰ کی طرف دست مبارک

---

[۱] صواعق محرقہ ص ۱۰۹ و ارجح المطالب ص ۷۳ - [۲،۳] مودۃ قربیٰ سید علی ہمدانی [۴] ارجح المطالب ص ۶۲ مودۃ القربیٰ ہمدانی [۵] تفسیر واحدی و ابوبکر بن مردویہ و دیلمی در فردوس الاخبار و ارجح المطالب ص ۶۷۔

سے اشارہ کر کے فرمایا کہ یا علی تجھسے ہدایت پانے والے ہدایت پائینگے[۱]" ابوذر غفاری کہتے ہیں
کہ یہ بھی آنحضرت نے فرمایا کہ خدا نے علیؑ سے اس دین کی امداد کی ہے اور وہ مجھسے ہے اور
میں اُس سے ہوں اور آیہ۔ افمن کان علی بینۃ من ربہ ویتلوہ شاھدٌ منہ (آیا
جو کوئی کہ اپنے پروردگار کی طرف سے دلیل و حجت پر، اور اسکی طرف سے گواہ بعد اسکے آئے)
میں انبیۃ میں ہوں اور (خدائی گواہ) علی ابن ابی طالب ہے[۲]"

براء ابن عازب کہتے ہیں کہ یہ بھی آنحضرت نے فرمایا ہے کہ "علی مجھسے ایسا ہے جیسے کہ سر
میرے جسم سے[۳]" حضرت ابوبکر کہتے ہیں کہ یہ بھی آنحضرت نے فرمایا کہ "علی کی منزلت مجھسے ایسی
ہے جیسی کہ میری خدا سے۔ چنانچہ جب علی بعد وفاتِ آنحضرتؐ ایک روز آنحضرت کی قبر منور پر
آئے اور میں ساتھ تھا تو اُنھوں نے مجھسے آگے بڑھنے کو کہا تو میں نے انکو یہی جواب دیا کہ میں ایسے
بزرگ پر تقدم نہیں کرونگا جس کی نسبت پیغمبر سے یہ سن چکا ہوں کہ اُسکو پیغمبر سے وہ منزلت
ہے جو خود پیغمبر خدا کو خدا سے حاصل تھی[۴]"

عمار سے یہ بھی ارشادِ آنحضرت بیان فرماتے ہیں کہ "علی کا مسلمانوں پر ایسا ہی حق ہے جیسا کہ
باپ کا بیٹوں پر[۵]" ابوذر غفاری فرماتے ہیں کہ آنحضرت نے یہ بھی فرمایا کہ "علی میرے علم کا دروازہ ہے
اور اُس بات کو کہ جسکے لئے میں بھیجا گیا ہوں میری اُمت پر ظاہر کرنیوالا ہے، اُسکی محبت ایمان،
اور اوسکا بغض نفاق، اور اُسکی دوستی عبادت ہے[۶]"

ابو رافع اُم المومنین عائشہ کا غلام کہتا ہے یہ بھی آنحضرت نے فرمایا کہ خدا دشمنی کرتا ہے
اُس شخص سے جو علی سے دشمنی کرتا ہے[۷]"

---

[۱] تفسیر ثعلبی و حافظ ابو نعیم در کتاب ما نزل من القرآن فی علیؑ و ابوبکر ابن مردویہ و ارجح المطالب ص ۶۷ و ۶۹ و ازالۃ الخفا مقصد دوم ص ۲۶۲ [۲] دیکھو مودۃ القربیٰ ہمدانی [۳] تاریخ خطیب، و دیلمی در فردوس الاخبار، و ابن مردویہ فی نوع [illegible] و ارجح المطالب ص ۴۶۸ [۴] محب طبری در ریاض النضرۃ و ارجح المطالب ص ۵۰۳ [۵] ارجح المطالب ص [illegible] [۶] [illegible] ارجح المطالب ص ۳۲۳ [۷] ارجح المطالب ص ۲۳۵۔

بریدہ اسلمی کہتے ہیں کہ یہ بھی آنحضرت نے فرمایا "جس نے علیؑ کی شان گستاخی کی اُس نے میری شان گستاخی کی"[۱]۔ انس کہتے ہیں یہ بھی فرمایا کہ "جس نے علیؑ سے حسد کیا اُس نے مجھ سے حسد کیا اور جس نے مجھ سے حسد کیا وہ کافر ہوا"[۲]۔

ابوذر کہتے ہیں کہ یہ بھی آنحضرت نے فرمایا "جس نے میری اطاعت کی خدا کی اطاعت کی، جس نے میری نافرمانی کی خدا کی نافرمانی کی، جس نے علیؑ کی اطاعت کی میری اطاعت کی اور جس نے اُن کی نافرمانی کی میری نافرمانی کی"[۳]۔

حضرت ابوبکرؓ اور زید بن ارقم، اور ابوہریرہ کہتے ہیں کہ "آنحضرت نے علی مرتضیٰ اور اپنی دختر جناب سیدہ اور حسنین علیہما السلام کی طرف نظر کر کے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ "وہ کہ میں لڑنیوالا ہوں اُس شخص سے جو اُن سے لڑے اور صلح کرنیوالا ہوں اُس سے جو ان سے صلح کرے"[۴]۔ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جس کی شہادت حضرت ابوبکر دیتے ہیں کہ "انہیں (آل محمد) کی دوستی آتش جہنم سے بچائے گی، انہیں کی دوستی صراط سے پار ہونا ہے، انہیں کی دوستی عذاب الٰہی سے امن کا پروانہ ہے"[۵]۔

یہ بھی فرمایا کہ بغیر علی کی دوستی کے کوئی بہشت میں داخل نہ ہوگا اگرچہ اُس نے نوح پیغمبر کی عمر پائی ہو، اور کوہ احد کے برابر سونا خدا کی راہ میں دیا ہو، ہزار حج پیدل کئے ہوں، اور آخرکار درمیان صفا و مروہ، وہ شہید بھی ہوا ہو[۶]۔

جابر بن عبداللہ انصاری کہتے ہیں کہ "عرفات میں آنحضرت مقیم تھے کہ علی مرتضیٰ کو اپنے قریب بلایا اور جب وہ آئے تو کہا کہ اور قریب آؤ۔ جب وہ بالکل ہی برابر آگئے تو آپ نے اپنا ہاتھ اُن کے ہاتھ میں دے کر فرمایا کہ یا علیؑ تم اور میں ایک شجر سے پیدا ہوئے ہیں اُس شجر کی

[۱] و [۲] ارجح المطالب صفحہ ۵۲۳ [۳] ارجح المطالب صفحہ ۲۳۶ [۴] امام احمد حنبل، طبرانی، حاکم امام ترمذی و محب طبری در ریاض النضرہ فی فضائل عشرہ [۵] حکیم ترمذی در اصول الایمان و صواعق محرقہ۔

[۶] ینابیع المودت۔

اصل میں ہوں اور فرع تم ہو اور حسنین اُس کی کونپلیں ہیں جو کوئی اُن شاخوں میں سے کسی شاخ کے ساتھ بھی متعلق ہوگا وہ جنت میں داخل ہوگا اور اگر کوئی میری امت میں روزے رکھتے رکھتے کبھڑا ہو جاوے اور نمازیں پڑھتے پڑھتے مثل چلہ ہائے کمان سوکھ کر کانٹا ہو جائے اور وہ بغض رکھتا ہو تجھسے تو خدا اُسکو اوندھے منھ جہنم میں داخل کریگا،،[ا]

یہ بھی فرمایا کہ محبت علیؑ کی ایسی حسنہ ہے جسے کوئی گناہ ضرر نہیں پہونچا سکتا اور بغض اُنکا ایسا گناہ ہے جسے کوئی نیکی فائدہ نہیں پہونچا سکتی[۲] یہ بھی فرمایا کہ "علیؑ کے ساتھ دوستی رکھنے والا مومن، اور بغض رکھنے والا منافق ہے[۳]"

ابو رافع غلام رسول اللہ یہ بھی رسول اللہ کی زبانی خبر دیتے ہیں کہ جو کوئی علی کے حق کو نہ پہچانے وہ تین شخصوں میں سے کوئی ایک ہوگا (۱) یا اُسکی ماں زانیہ ہے یعنی حرامزادہ، (۲) یا اُسکی ماں ایام نجاست (حیض ونفاس) میں حاملہ ہوئی ہے (۳) یا کہ وہ منافق ہے[۴]"

یہ بھی فرمایا کہ "جو شخص علی کا حق نہ دیگا اور اُنپر طعن کریگا وہ سدا آتش دوزخ میں جلے گا[۵]"

یہ بھی فرمایا کہ علیؑ کو میں دوست رکھتا ہوں یہانتک کہ میں نہیں کہ سکتا کہ مجھسے زیادہ علیؑ کو اور بھی کوئی دوست رکھتا ہے[۶]، یہ بھی فرمایا کہ خدا نے باب خلد پر لکھدیا ہے کہ دینے والے علی کا عہد عالم ذر میں تمام اہل جہان مکین ومکان سے دو ہزار سال قبل عام سے لے لیا ہے جو کوئی خدا کی رضامندی چاہتا ہو وہ علی، اور عترت اطہار سے ولا رکھے، وہ خدا کے برگزیدہ ہیں اور میرے بعد بھی وہی اسکے خلیفہ ہیں[۷]، اور بڑے شد ومد سے یہ بھی فرمایا کہ "جو کوئی مجھکو میرے اہل بیت کے معاملہ میں اذیت دیگا اور حسنؑ وحسینؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ "جو کوئی مجھسے اور ان دونوں سے اور دونوں کے ماں باپ سے محبت رکھے گا وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوگا[۹]"

[ا] کفایت الطالب از گنجی شافعی ومودۃ القربیٰ ہمدانی [۲] فردوس الاخبار دیلمی ومناقب الاخطب خوارزم ومودۃ القربیٰ ہمدانی [۳] جامع ترمذی ومودۃ قربیٰ ہمدانی [۴] مودۃ القربیٰ ہمدانی ص ۵۵ [۵] صواعق محرقہ واخطب خوارزم۔ [۶] کتاب الفردوس ابن شیرویہ دیلمی۔ [۸] مسند امام احمد حنبل علیہ الرحمۃ [۹] امام احمد حنبل علیہ الرحمۃ وترمذی شریف

آنحضرت نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ خدا نے علیؑ کے بارے میں مجھسے ایک عہد لیا پس
مینے عرض کیا کہ بار آلہا مجھسے اُس عہد کو بیان فرما، ارشاد باری ہوا کہ علی ہدایت کا علم اور میرے
دوستوں کا امام ہے اور نور ہے اسکے لئے، جو میری اطاعت کرتے ہیں اور وہ ایسا کلمہ ہے کہ
پرہیزگاروں نے اُسکو لازم کرلیا ہے جس نے اُس سے محبت کی مجھسے محبت کی، جس
نے اُس سے دشمنی کی، مجھسے دشمنی کی، پس تو اُسکو بشارت دے، پس مینے علی کو بشارت
دی جسکو سُنکر اُنہوں نے کہا کہ میں خدا کا بندہ ہوں اور اُسکے اختیار میں ہوں اگر مجھے عذاب
دے تو میرے گناہوں کے سبب سے ہے، اور اگر وہ اُس بات کو پورا کرے جس کی
آپ نے مجھے بشارت دی ہے تو اللہ میرے واسطے زیادہ مہربان ہے یہ سنکر مینے دعا کی
کہ بارِ آلہا اسکے دل کو روشن کر اور اسکو ایمان کی بہار بنا، ارشاد باری ہوا کہ مینے ایسا ہی کردیا
ہے لیکن علیؑ کو میں ایسی بلا سے آزمایش کرونگا کہ تمہارے اصحاب میں سے کسی کو نہیں
کی ہے، مینے عرض کیا میرے پروردگار، یہ میرا بھائی ہے اور وصی ہے ارشاد ہوا کہ یہ بات
مشیت پروردگار میں گذر چکی ہے اور وہ ضرور بلا میں مبتلا ہوگا اور اُسکے ساتھ لوگوں کی آزمایش
مقصود ہے"[۵]

واقعات کا اعادہ

اسی قدر احادیث کے بیان کے بعد، میں پھر یاد دلاتا ہوں کہ واقعات
حج آخری شروع کرنے سے پہلے، میں ایک حدیث پیغمبر لکھ آیا ہوں کہ آنحضرت پر جھوٹ
افترا کرنے والے کی نسبت کیا ارشاد پیغمبری ہے، پھر میں حدیث منزلت کو بیان کرکے
خاص طور پر اُن احادیث کو بیان کر آیا ہوں جنمیں حضرت عبداللہ ابن مسعود، حضرت حذیفہ
صاحب سر رسول و حضرت انس سے آنحضرت نے علی مرتضی کی نسبت یہ ارشاد فرمایا
ہے کہ اگر علی کی بیعت کی جاویگی تو وہ سب کو بہشت کا راستہ دکھاویگا اور اُسی کو تم ہادی اور
مہتدی پاؤگے، اور وہی میرا خلیفہ اور وزیر ہے اور اگر نبوت مجھپر ختم نہ ہوجاتی تو میرے

[۵] حافظ ابونعیم در حلیۃ الاولیا

بعد وہی نبی ہوتا۔

اسکے بعد جس اہتمام و انتظام سے آنحضرت حج آخری کے لئے تشریف لائے ہیں اُسکو بھی میں دکھا آیا ہوں، یہ بھی عرض کر آیا ہوں، کہ یہ رسالہ اہتمام انتظام بمتابعت وحی تھا حضرت علیؑ مرتضیٰ علیہ السلام کے قافلہ کا رسالتمآبؐ کے قافلہ میں داخلہ، اور پھر حج سے سبکا مشرف ہونا بھی ظاہر کر دیا ہے میں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ سورہ الم نشرح "کے نازل ہونے پر جہانتک کہ کتب کو دیکھا گیا، آنحضرت کا مکہ میں آیۃ فاذا فرغت فانصب کے متعلق کوئی عملی کارروائی کرنا نہیں پایا جاتا، ہاں حضرت نے یہ کیا کہ اپنے اہل بیت علیہم السلام اور خاصکر جناب امیر علیہ السلام کے فضائل و مناقب کا ہر موقع پر شد و مد سے اعلام فرمایا اور اُنکو بھی میں نے بطور اختصار بیان کیا۔ یہیں نتیجہ نزول آیۃ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللہ الخ کو بھی یاد رکھنا چاہئے جو واقعات بالا سے پہلا واقعہ ہے

ہر واقعہ میں سبب اور مسبب کا سلسلہ معلوم کرنے سے سفر حج آخری میں بلیغ اہتمام کی وجہ

ان تمام امور کو ذہن نشین کرنے کے بعد، جب ہم آنحضرت کی اُس دعا پر غور کرتے ہیں کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام کی روانگی یمن" کے وقت آنحضرت نے اُنکی واپسی تک اپنے زندہ رہنے کی دعا خدا سے کی تھی[۱]"، تو یہ نتیجہ مرتب ہوتا ہے کہ آنحضرت کا عبد اللہ بن مسعود حذیفہ بن الیمان اور انس سے علیؑ مرتضیٰ کی بیعت کرنے پر وہ ارشادات، اور پھر بڑے اہتمام و انتظام سے حج آخری کو آنا اسی مقصد اور منشا سے تھا کہ اس مرتبہ اپنے بعد کے لئے علی مرتضیٰ کو مجمع عام میں نصب کر کے اعلام جانشینی کر دیں، اسی لئے خدا نے بھی اپنے حبیب کی مرضی کے موافق جو عین مرضی خدا تھی، جیسا کہ منشاء احادیث کا ہے، اندرینباب حکم بھیجدیا۔ لیکن :- جب آنحضرت نے کسی مصلحت سے بمقام مکہ، کوئی عمل اُس حکم کے متعلق نہیں فرمایا اور مکہ سے کوچ کر کے غدیر کے پڑاؤ پر پہنچے تو الی جحفہ میں واقع ہے دوسرا تاکیدی یہ حکم نازل ہوا۔

[۱] صفحہ ۳۵- رسالہ ہذا سند چہارم۔

یا ایها الرسول بلغ ما انزل الیک	اے رسول پھونچاؤ (اسکو امت پر) جو تم پر نازل
من ربک (ان علیا مولی المومنین)[1]	کیا گیا ہے تمہارے پروردگار کی طرف سے (تحقیق کہ
وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ	علی مولائے مومنین ہے) اور اگر نہیں کیا (علی کی مولائیت
یعصمک من الناس، ان اللہ لا	کا اعلان) تم نے، تو تمنے کچھ بھی رسالت نہیں پھونچائی
یهدی القوم الفاسقین۔[2]	اور خدا تمکو شریر آدمیوں سے بچانے والا ہے۔ اور تحقیق کہ
(سورہ بقر)	خدا قوم کفار کو ہدایت نہیں کرتا ہے"

اس حکم کے آخری حصہ پر نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت کو بعض شریر لوگوں سے جن پر ہدایت پیغمبری کا کچھ اثر نہیں ہوتا تھا اور وہ کھلے مسلمان اور چھپے منافق تھے، کسی نہ کسی مخالفت اندرونی کا کھٹکہ تھا جس کی وجہ سے ابتدائی حکم کی تعمیل کو مکہ میں مصلحتاً ملتوی رکھا گیا تھا اور ایسے لوگوں کو راہ راست پر لانے کے لئے فضائل و مناقب عترت اطہار خصوصاً جناب علی مرتضی کو بیان فرمانا ضروری سمجھا گیا۔ آنحضرت کی سوانح عمری پر غور کرنے سے ایسے مواقع پائے جاتے ہیں کہ جہاں اُن حضرت علیہ السلام کو اندیشے اور دقتیں اور مشکلیں پیش آئی ہیں خواہ اُن کا تعلق تبلیغ احکام سے ہو خواہ اپنی حفاظت سے، مگر کسی مقام پر ایسی سخت ترین کوئی آیہ جو خوف اور اندیشے اور لوگوں کے شر سے اطمینان دلانے

---

[1] دیکھو تفسیر فتح البیان و تفسیر در منثور و مفتاح النجا، عبد اللہ ابن مسعود کے قرآن میں ان علیا مولی المومنین، متن آیہ میں ہے جس کی بابت ایک گروہ علما قایل ہوا ہے کہ وہ منسوخ التلاوۃ ہے۔ ایک گروہ کا بیان ہے کہ وہ بوقت ترتیب جمع قرآن یہ جملہ قرآن سے نکال ڈالا گیا لیکن ہمکو حکماء شیعہ کی اس تحقیق سے اتفاق ہے کہ یہ جملہ درحقیقت تفسیر زمودۂ پیغمبر ہے جملہ "ما انزل الیک من ربک" کی اور تفسیر بھی مثل قرآن زبان آنحضرت سے ہی پھونچی ہے۔

[2] تفسیر شاہی محبوب عالم، تفسیر ثعلبی، تفسیر حاجی عبد الوہاب و کتاب ما نزل من القرآن فی علی، کتاب مطالب السول کتاب مودۃ قربی ہمدانی، عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری کتاب التفسیر و توضیح الدلائل۔

والی ہو کبھی نازل نہیں ہوئی۔ اب چونکہ خدا نے اطمینان دلا دیا کہ لوگوں کی شرارت چل نہیں سکتی اور
خدا محفوظ رکھنے والا ہے اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ کیسے مسلمان اور چھپے منافق ہدایت نہ پائینگے انکو
راہ راست پر لانے اور فضائل مرتضوی سُنانے کی کوشش بیکار ہے۔ اب ایسی حالت میں
اگر حضرت حکم ابتدائی کو نہیں پہونچاتے ہیں تو گویا سرے سے اُنہوں نے کچھ تبلیغ احکام ہی نہیں
کی ساری رسالت ہی گئی گذری ہوتی ہے لہذا آنحضرت نے فوراً اُس میدان کو خس و
خاشاک سے پاک و صاف کرنیکا حکم دیا اور بذریعہ چند اپنے ایسے بھروسے کے اصحاب کے
کہ جن کی عزت و محبت خدا و رسول کے دل میں تھی قافلہ[1] والونکو اطلاع دی کہ ابھی ابھی خدا کا
نہایت ہی تاکیدی اور ضروری حکم نازل ہوا ہے تاکہ تمکو فوراً پہونچایا جائے۔ لہذا جملہ زن و مرد
زوال سے پہلے پہلے مقام مقررہ (میدان جو خس و خاشاک سے پاک و صاف کیا گیا تھا) پر جمع
ہو جائیں اس اطلاع کے مشتہر ہونے کے بعد وقت اور مقام موعود پر حی علیٰ خیر العمل[3] کی صداؤں
نے تمامی حجاج کے علاوہ حسب تحقیق علامہ جان ڈیون پورٹ اقرب و جوار کے یہودیوں اور نصرانیوں
اور دیگر مختلف باشندوں کو بھی جمع کر دیا[4] اور حسب تحقیق علامہ موصوف ۱۔ اپریل ۶۳۱ء مطابق

۱؎ مناقب اخطب خوارزم، جمع ترمذی و مودۃ القربیٰ ہمدانی ۲؎ تاریخ حبیب السیر ۳؎ یہ کلمہ بعد آنحضرت اذان میں پکارا جاتا تھا اور
داخل فصول اذان تھا اور عہد خلافت اول تک داخل فصول اذان رہا لیکن حضرت عمر نے اپنے عہد خلافت میں اوس کلمہ کو
خارج کر دیا جسکو انکی اولیات میں شمار کیا گیا ہے۔ ہماری سمجھ میں اس کلمہ کا اذان میں پکارا جانا، واقعہ خم غدیر کا یاد دلانیوالا اور
انکی بنیاد خلافت کو چونکہ ہلا دینے والا تھا، اسلئے انہوں نے اس کلمہ کی جڑ ہی کو اذان میں سے اکھاڑ کر پھینکدیا ورنہ اور
کوئی وجہ اسوقت تک ہماری سمجھ میں نہیں آئی ۴؎ علامہ کی تحقیق متعلق حاضری یہود و نصاریٰ صحیح ہے کیونکہ حج میں نزول حکم
کیوقت کفار عرب بھی کثرت سے حج میں آئے تھے لیکن اس موقع پر قافلہ میں غیر مسلم کوئی نہ تھا اسلئے آنحضرت نے مناسب
جانا کہ حکم منزلہ کی ترسیل و تبلیغ کے وقت غیر مسلمان قومیں بھی موجود ہوں تاکہ خدا کے رہبر و اُن حاسدین و ظالمین و فاسقین کے
مقابلہ میں جنکی طرف آیہ میں خدا نے اشارہ فرمایا ہے، اور جو حکم خدا ہے جسے پیغمبر صلعم پہونچانیوالے تھے اگر عمل نہ کریں یا عدم
تبلیغ رسالت کا بہانہ کریں تو ان غیر مسلموں کی آزادانہ شہادت بھی ایک حجت ہو۔ مولف عفی عنہ

۱۸ ذی الحجہ سنہ ۱۰ھ کا وہ دن تھا کہ آنحضرت ایک بلند منبر پر جو اونٹوں کے کجاووں کا بنایا گیا تھا تشریف لے گئے اور حسب ذیل اسپیچ دی۔

الحمد لله علی آلائه فی نفسی و
بلائه فی عترتی واهل بیتی
استعینه علی نکبات الدنیا
وموبقات الآخرة واشهد ان
لا اله الا الله الواحد الاحد
الفرد الصمد لم یتخذ صاحبة
ولا ولدا ولا شریکا ولاعمال
وانی عبد من عبیده ارسلنی
برسالته الی جمیع خلقه لیهلك
من هلك عن بینة ویحیی من
حی عن بینة واصطفانی علی
العالمین من الاولین والآخرین
واعطانی مفاتیح خزائنه وکد
علی بعزائمه واستودعنی سره
وامدنی فابصرت له فانا
الفاتح وانا الخاتم ولا قوة
الا بالله۔ اتقوا الله ایها
الناس حق تقاته ولا تموتن
الا وانتم مسلمون،

"حاضرین! اسلئے میں خدا کی اُن نعمتوں پر جو میری ذات میں پائی جاتی ہیں، شکر کرتا ہوں "اور اُسکے بعد خدا سے ہی اس امتحان و بلا پر جو میری عترت و اہل بیت پر پڑی ہوئی ہیں اور دنیا کی ناگوار مصیبتوں "اور روز آخرت کی مہلک زحمتوں پر، مدد مانگتا ہوں، پھر میں گواہی دیتا ہوں کہ سوائے پروردگار عالم واحد و احد کے کوئی خدا نہیں ہے اور اسنے اپنے لئے کوئی زوجہ یا فرزند یا مددگار قرار نہیں دیا اور اُسکے تمام بندوں میں سے میں بھی ایک بندہ ہوں لیکن مجھے اُسنے اپنی پیغامبری کے لئے تمام خلق میں بھیجا ہے تاکہ جو ہلاک ہونیوالا ہے وہ ایک حجت کے ساتھ ہلاک ہو جائے اور جو نجات پانیوالا ہے وہ ایک حجت میں نجات پاجائے۔

خدا نے تمام اہل عالم پر کہ جنمیں اولین و آخرین بھی شامل ہیں مجھے برگزیدہ فرمایا ہے، اور کنجیاں اپنے خزانہ کی مجھے عطا فرمائی ہیں، اور جو عہد مجھسے کئے ہیں اُن کا بہت استحکام فرمایا ہے، اور اپنے راز میرے پاس امانت فرمائے ہیں اور میری امداد کی ہے اور اسوجہ سے مجھ و اُسکی بصارت حاصل ہوئی ہے، پس میں ہی آغاز کرنیوالا ہوں اور میں ہی انتہا پر پہنچا دینے والا ہوں اور سوا

واعلموا ان الله بكل شئ محيط - وانه سيكون من بعدي اقوام يكذبون على فيقبل منهم ومعاذ الله ان اقول على الله الا الحق او انطق بامره الا الصدق وما امركم الا ما امرني به ولا ادعوكم الا الى الله وسيعلم الذين ظلموا اي منقلب ينقلبون فقام اليه عبادة بن الصامت فقال ومتى ذالك يا رسول الله ومن هولاء عرفنا هم لنحذرهم قال اقوام قد استعدوا لنا من يومهم ويظهرون لكم اذا بلغت النفس مني هٰهنا واوماء صلى الله عليه وبارك وسلم الى حلقه فقال عبادة اذا كان ذلك

ذات اقدس الٰہی کے کسی ذریعہ سے قوت حاصل نہیں ہو سکتی۔ اے حاضرین ڈرو خدا سے جو حق ڈرنیکا ہے، اور نہ مرو کسی سے مگر دین اسلام پر۔ اور یاد رکھو کہ خدا تمام چیزوں پر احاطہ کئے ہوئے ہے۔ قریب ہے کہ میرے بعد کچھ قومیں ایسی ہوں گی جو مجھپر جھوٹ باندھینگی اور لوگ اُنکے جھوٹ کو قبول کرینگے، مگر بناہ بذاتِ خدا، اگر میں خدا کی طرف سے سوائے امر حق کے کچھ اور زبان سے نکالوں، یا سوائے امر راست کے، اُسکے حکم سے خلاف اور کچھ بات کہہ سکوں اور سوائے اُسکے جو خدا نے مجھے حکم دیا ہے میں تمہیں اور کوئی حکم کروں، اور سوائے خدا کے کسی اور چیز کی طرف میں تمہاری دعوت نہیں کرتا اور جو لوگ ظالم ہیں بہت جلد جان لینگے کہ کیسی بازگشت اُنکی ہونیوالی ہے"

راوی کہتا ہے کہ اس مقام تک آنحضرت کی تقریر پہونچی تھی کہ عبادہ بن صامت نے کھڑے ہوکر حسب ذیل عرض کیا۔

عبادہ بن صامت "یا رسول اللہ یہ کب ہوگا؟ اور وہ کون لوگ ہیں ہمکو بتا دیجئے اور پہچنوا دیجئے تاکہ ہم اُنسے حذر کریں؟

آنحضرت صلعم "یہ کچھ لوگ ہیں جو ابتدا سے ہی ہماری دشمنی پر آمادہ ہو رہے ہیں، اور جب میری جان یہاں (گلوے مبارک پر ہاتھ رکھکے فرمایا) تک پہونچے گی اُسوقت یہ لوگ ظاہر ہونگے"

عبادہ "جب ایسا وقت آئے تو ہم کس کی طرف رجوع کریں؟

فانی من یا رسول اللہ	**آنحضرت صلعم!** تم اُن لوگوں کی پیروی اور اطاعت کرنا جو میری
فقال صلی اللہ علیہ و	
بارک و سلم علیکم بالسمع	عترت میں سب سے پیشقدم ہیں، میری پیغمبری کے علم کے لینے والے ہیں اور
والطاعۃ السابقین من	
عترتی والاخذین من	دین کو گمراہی سے باز رکھینگے اور نیکی کی طرف دعوت کرینگے یہ اہل حق ہیں
نبوتی فانھم یصد ونکم	
عن الغی ویدعونکم الی	اور صدق اور راستی کی کان ہیں، کتاب و سنت کو تم لوگوں میں زندہ رکھینگے
الخیر وھم واھل الحق و	
معادن الصدق یحیون	اور حق کو ذریعہ سے اہل باطل کو پست کرینگے اور کسی جاہل کیطرف میلان نکرینگے"
فیکم الکتاب والسنۃ	
یحبونکم الالحاد والبدعۃ	**راوی!** آنحضرت عبادہ کو جواب اطمینانی دیکر پھر اصل مقصد کیطرف
ویقمعون بالحق اہل الباطل	
لا یمیلون مع الجاھل۔	متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ۔
ایھا الناس خلقنی و خلق	
اھل بیتی من طینۃ لم	اے لوگو خدا نے مجھے اور میرے اہلبیت کو ایک طینت سے بنایا ہے اور اُس سے
یخلق منھا غیرھا کنا اول	
من ابتداء من خلقہ	سوائے میرے اہلبیت کے کسی غیر کو پیدا نہیں کیا، ہم اول وہ لوگ ہیں
فلما خلقنا نور بنورنا	
کل ظلمۃ واحیی	۔ کہ جنکی سب سے پہلے خلقت ہوئی ہے۔ جب خدا ہمیں پیدا کر چکا تو ہمارے نور سے
بنا کل طینۃ ثم	
قال صلی اللہ علیہ وسلم	تاریکی کو روشن کر دیا اور پھر ہر ایک طینت کو زندہ کر کے ہماری نسبت فرمایا

هولاء خيار امتي وحملة علمي و
خزانة سري وسادة اهل الارض
الداعون الى الحق المخبرون
بالصدق غير شاكين ولا مرتابين
ولا ناكصين ولا ناكثين هولاء
الهداة المهتدون والائمة
الراشدون المهتدي من
جاءني بطاعتهم وولايتهم
والضال من عدل منهم و
جاءني بعداوتهم حبهم ايمان
وبغضهم نفاق هم الائمة الهادية
وعرى الاحكام الواثقة بهم تتم
الاعمال الصالحة وهم وصية
الله في الاولين والآخرين والارحام
التي اقسمكم الله بها اذ يقول واتقوا الله
الذي تساءلون به والارحام
ان الله كان عليكم رقيبا - ثم
يدعوكم الى جهنم فقال قل
لا اسئلكم عليه اجرا الا
المودة في القربى هم الذين
اذهب الله عنهم الرجس و

کہ یہ لوگ بہترین افراد امت میری سے ہیں، اور حاملان علم
میرے ہیں، اور خاندان اسرار میرے ہیں اور سرداران
اہل زمین ہیں اور حق کی طرف دعوت کرنے والے ہیں اور
راستی کے ساتھ خبر دینے والے ہیں اُن کو شک کبھی پیدا
نہیں ہوتا کبھی راہ حق سے پاؤں پیچھے نہیں ہٹتے، اور خدا
کے کسی عہد کو نہیں توڑتے یہ وہ ہادی ہیں جو ہدایت یافتہ
ہیں، اور ائمہ راشد ہیں جو ان کی اطاعت اور ولایت
لئے ہوئے میرے پاس آئے وہی ہدایت یافتہ ہے اور
جو ان سے منحرف ہوا اور ان کی عداوت لے کر میرے پاس
آئے وہ گمراہ ہے، ان کی محبت ایمان ہے اور بغض ان کا
نفاق ہے، اور یہی ائمہ ہدایت اور مضبوط رسیاں احکام
خدا کی ہیں، اور انہیں کے طفیل سے اعمال صالح
تمام ہوتے ہیں اور ان ہی کی محبت کا خدا ہمیشہ اولین و
آخرین سے عہد لیتا رہا ہے، اور یہی وہ ارحام ہیں کہ
جن کی قسم خدا نے اپنے کلام پاک کی آیت "واتقوا
اللہ الذی تساءلون بہ والارحام ان
اللہ کان علیکم رقیبا" (ڈرو خدا سے جسکے نام
سے مانگتے ہو آپس میں اور ڈرو قرابت داروں سے
تحقیق کہ اللہ تم پر نگہبان ہے) میں ولائی ہے اور پھر آیۃ "قل لا
اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی" کے بموجب
تمکو میرے قرابتداروں سے مودۃ رکھنے کا امر فرمایا ہے۔

طہرھم من الرجس الصادقون
اذا نطقوا العالمون اذا سئلوا
الحافظون لما استودعوا
اجمعت فیہم الخلال لعشر
لا تجمع لا فی عترتی واھلبیتی
الحلم والعلم والنبوۃ
والنبل والسماحۃ والشجاعۃ
والصدق والطھارۃ
والعفاف والحکم فھم کلمۃ
التقوی ووسیلۃ الھدی
والحجۃ العظمیٰ والعروۃ
الوثقی ھم اولیاءکم عن
قول ربکم وعن قول
ربی ما امرتکم الا من
کنت مولاہ فعلی مولاہ
اللھم وال من والاہ و
عاد من عادہ وانصر من
نصرہ واخذل من خذلہ
اوحی الی ربی فیہ ثلثا انہ
سید المرسلین وامام الخیرۃ
المتقین وقائد الغر المحجلین

یہی وہ لوگ ہیں کہ جن سے خدا نے ہر عیب و نجاست کو دور
کرکے طیب و طاہر کیا ہے، یہی وہ لوگ ہیں کہ جب گویا
ہوتے ہیں تو نہایت راست گو ہوتے ہیں اور جب اُن سے
کوئی بات پوچھی جاتی ہے اُسوقت بڑے عالم ہیں اور جو چیز
اُن کے پاس امانت رکھوائی جاتی ہے اُسکی نگہبانی کرتے ہیں،
اور میرے اہلبیت میں دس خصلتیں ایسی ہیں کہ سوائے
اُن کے اور کسی میں جمع نہیں ہیں بردباری، علم، نبوت،
بزرگی، سخاوت، شجاعت، راستگوئی، پاکیزگی، عفت،
تضایت، یہ لوگ کلمہ تقویٰ ہیں، یہی وسیلہ ہدایت ہیں،
حجت عظمیٰ ہیں، اور عروۃ الوثقیٰ ہیں، یہی لوگ بموجب ارشاد
خدا کے تمہارے سردار ہیں، اور جو کچھ میں کہتا ہوں سنو سنو
وہ میرے خدا کا حکم ہے، جناب علی مرتضیٰ کے بازو پکڑ کے
اور اس قدر بلند فرما کے کہ سفیدی بغل کی نمایاں ہوگئی
اور ساری قوم نے علیؑ کو دیکھ لیا۔ فرمایا) اے لوگو!
آگاہ ہو جاؤ جسکا میں مولا ہوں اُسکا علی مولا ہے (من
کنت مولاہ فعلی مولاہ) خدایا دوست رکھ اُسکو جو
اسے دوست رکھے اور دشمن رکھ اُسکو جو اسے دشمن رکھے، اور
مددگار اُسکی جو اُسکی مدد کرے اور ذلیل کر اُسکو جو اِسکو ذلیل کرے
اے حاضرین میرے اہلبیت کے بارہ میں تین مرتبہ اسی مضمون
کی وحی خدا نے فرمائی ہے کہ یہ سید المرسلین ہیں اور امام نیکوکاروں
اور پرہیزگاروں کے ہیں اور اُن لوگوں کے پہچان نے،

؎ ابن عقدہ رسالہ موالاۃ، طبرانی فی الکبیر بروایت ام سلمہ و عامر بن ابی لیلی و حذیفہ بن اسید و زید ابن ارقم۔

"وقل بلغت عن ربی
ما امرت واستودعکم
الله فیکم واستغفر الله
لی ولکم"

والے ہیں جنکی پیشانیاں روشن ہیں۔
اے لوگو جو کچہ خدا نے مجھے حکم دیا تھا وہ میں نے تمہیں پہنچا دیا
اور میں تم لوگوں میں انکو سپرد بخدا کرتا ہوں اور اپنے لئے اور تمہارے
لئے "استغفار کرتا ہوں[1]۔

نزول آیۃ الیوم اکملت لکم

اور آنحضرت اپنی فصیح و بلیغ تقریر ختم فرما کے پایین ممبر تشریف لائے اور ادہر بشارت "الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا" (حاصل ترجمہ آج کے دن کامل کر دیا تمہارے لئے دین تمہارا، اور تمام کر دیں تمہارے لئے نعمتیں اپنی، اور راضی ہو گئے ہم تمہارے لئے کہ اسلام دین ہو۔ یعنی تمہارے لئے اسلام کو دین قرار دینے پر ہم راضی ہو گئے، یا پسند کر لیا ہے تمہارے لئے دین اسلام کو) کی لے کر خدا کی طرف سے جبریل آئے جو سورہ مائدہ میں ہے اور جسکی بابت ارجح قول علماے اہل سنت یہ پایا جاتا ہے کہ "سب سے آخر میں" ین جو سورہ اور سورۃ میں آیۃ نازل ہوئی ہے وہ سورہ سورہ مائدہ اور وہ آیۃ بھی آیۃ الیوم اکملت لکم دینکم ہے اسکے بعد پھر کچھ نازل نہیں ہوا[2]۔

شکر کا سجدہ

آنحضرت نے تکمیل دین اور اتمام نعمت، اور دین اسلام کی پسندیدگی، اور اپنی رسالت، اور جناب امیر المومنین کی ولیعہدی سے خدا کی رضامندی کی بشارت سنکر "الله اکبر" فرمایا اور سجدہ شکر میں جھک گئے[3]۔

---

[1] توضیح الدلائل سید شہاب الدین احمد جنکی توثیق شاہ سلامت الله صاحب کتاب معرکۃ الآرا میں کرتے ہیں بقیہ اسناد کا ذکر آگے آئیگا۔ مولف عفی عنہ۔

[2] اتقان۔ ۱۲

[3] مفتاح النجا محمد خان بدخشانی و کتاب ما نزل من القرآن فی علی مصنفہ حافظ ابو نعیم، و مناقب اخطب خوارزم و مناقب ابن مغازلی و خصائص ابراہیم نطنزی و توضیح الدلائل، و نشر الدر المنثور سیوطی۔ ۱۲

مبارکبادیاں

جب آپ سجدۂ شکر سے فارغ ہوئے تو حکم دیا کہ میرے خیمہ کے برابر فوراً خیمہ کھڑا کیا جائے جس میں میرے بھائی اور خلیفہ علی ابن ابی طالب اجلاس کرینگے حاضرین کو چاہیے کہ اُس خیمہ میں جا جا کر بہ لفظ امیر المومنین اُن کو سلام کریں اور اُن کو میرے جانشین ہونیکی مبارکباد دیں،، چنانچہ جب خیمہ کھڑا ہو گیا تو رسالتمآب صلعم نے اپنا عمامہ[1] جسکا نام سحاب تھا علی مرتضیٰ کے سر پر باندھا اور علی مرتضیٰ کو حکم دیا کہ اپنے خیمہ میں جائیں، علی مرتضیٰ تشریف لے گئے اور بہ تعمیل ارشاد پیغمبری جمیع حاضرین نے خیمہ مرتضوی میں حاضر ہو کر علی مرتضیٰ کو امیر المومنین کہکر سلام کیا[2]۔ اور مبارکبادیاں دیں حتی کہ اُمہات المومنین نے بھی[3]۔

حضرات شیخین کو صحابہ میں اس وجہ سے اُنکی صاحبزادیاں شرف زوجیت رسول میں تھیں، خاص وجاہت تھی اسلئے مورخین نے تخصیص کیساتھ اُن کے کلمات مبارکبادی یہ لکھے ہیں۔

،، امسیت یا ابن ابی طالب مولا کل مومن ومومنة[4] اصبحت مولائی ومولا کل مومن ومومنة[5]

اور شعراء عصر نے قصائد تہنیت بھی پیش[6] کئے اور اٹھارھویں ذی الحجہ کو خدا نے وہ برکت عطا فرمائی کہ جو کوئی اس روز روزہ رکھے اُسکو ساٹھ مہینوں کے روزوں کا ثواب[7] ملے۔

---

[1] عمامہ عرب کا تاج ہے اور اُسی روز سے رواج ہو گیا ہے کہ جو کوئی علم دین پڑھکر مولوی کی ڈگری حاصل کرلیتا ہے تو گروہ علما اسکے سر پر دستار باندھتا ہے جسکو فضیلت کی پگڑی کہتے ہیں اور یہ رسم دستاربندی اسکے لئے مولویت یعنی سب میں اولیٰ ہونے کی دلیل نصی سمجھی جاتی ہے [2] خطیب بغدادی، الدیلمی، صاحب کنوز الحقائق، والبوداؤد الطیالسی، والمتقی فی کنز العمال، وابن ابی شیبہ ومحب طبری فی الریاض، والسیوطی، وابن صباغ المالکی [3] ارجح المطالب صفحہ ۷۹ [4] تذکرہ خواص الامہ سبط ابن جوزی و سیرت محمد بن اسحاق ومعارج النبوۃ ص ۱۸۱ ج ۳ وروضۃ الصفا وحبیب السیر [5] زین الفتی عاصمی وصواعق محرقہ بروایت دارقطنی ومراۃ المومنین مولوی ولی اللہ صاحب لکھنوی، وکتاب تاریخ ابن کثیر [6] مناقب امام احمد حنبل و [illegible] ارجح المطالب ص [illegible] مودۃ قربیٰ ہمدانی ومودۃ خامسہ [7] تذکرہ خواص الامہ ومناقب اخطب وفرائد السمطین [illegible] شعراء [illegible] قصائد تہنیت لکھتے ہیں [illegible] پڑھتے ہیں بشرط گنجایش [illegible] لکھینگے۔ مناقب اخطب خوارزم وغیرہ۔

علی مرتضیٰ کو بہ لفظ امیر المومنین سلام کرنے اور مبارکباد دینے کے وجوہ.........

اس مقام پر یہ امر غور طلب ہے کہ آنحضرت نے اپنے خیمہ کے برابر دوسرے خیمہ میں جو علی مرتضیٰ کو اجلاس فرمانے اور لوگوں کو، بہ لفظ امیر المومنین،، اُنکو آ آکر سلام کرنے، اور مبارکباد جانشینی دینے کی ہدایت فرمائی، یہ کیوں؟ جبکہ آنحضرت باعلان بھرے اور بھرے مجمع میں اُن کو اپنا ولیعہد مقرر کر چکے تھے اور ولیعہد مقرر کرتے وقت اپیچ دے چکے تھے۔

ہم جہانتک خیال کرتے ہیں اسکا ایک سبب یہ پاتے ہیں کہ وہ مجمع دو لاکھ سے زائد کا تھا اور یہ ناممکن تھا کہ آنحضرت کی آواز ہر فرد بشر سن سکا ہو، گو مجمع کے منتشر ہونے پر بالضرور ایک دوسرے کو ممبر کے پاس والوں سے یہ معلوم ہو گیا کہ آنحضرت نے جناب علی مرتضیٰ کو اپنے مابعد کے لئے اپنا جانشین قرار دیا ہے اور یہی وہ حکم ربانی تھا جسکے پہنچانے کے لئے خدا کا تاکیدی حکم آیا تھا اور ایسے سخت وقت میں ہم بلائے گئے تھے، تاہم بعض طبائع ایسے ہوتے ہیں کہ اُن کو ایسی حالت میں بھی یقین نہیں آتا ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ بغرض اطمینان قلبی اصل امر کو خود اپنے کان سے سُن لیں اس شخص سے کہ جسکا یا جنکا تعلق واقعہ سے ہو یا اُسکی تصدیق کر لیں جو دوسروں سے سنا ہے۔ پس عجب نہیں کہ اسی بنیاد پر آنحضرت نے متذکرہ بالا اہتمام فرمایا کہ اگر کسی کو نصب خلیفہ یعنی حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ میں شک و شبہ ہو تو وہ پہلے مجھسے آکر تصدیق کر لے اور اسکے بعد علی مرتضیٰ کی خدمت میں حاضر ہو کر بہ لفظ امیر المومنین اُن کو سلام کرے اور مبارکباد دے اور غالباً اسی لئے آنحضرت نے جسوقت کہ من کنت مولاہ الخ ارشاد فرمایا تو علی مرتضیٰ کو اٹھا کر اسقدر بلند کیا کہ وہ لوگ بھی جو ممبر سے بہت دور ہیں اور جن تک پیغمبر صلعم کی آواز یقیناً نہیں پہونچ سکتی تھی، علی مرتضیٰ کو خوب دیکھ لیں تاکہ اُن کو قریب والوں سے یہ دریافت کرنے کا خود موقع ملے کہ درمیان تقریر میں آنحضرت صلعم نے علی مرتضیٰ کو اٹھا کر کیوں بلند کیا تھا؟ جسکے جواب پر اُن کو معلوم ہو کہ اُسوقت آنحضرت نے من کنت مولاہ فعلی مولاہ ارشاد فرمایا تھا۔

ایک سبب اس کارروائی کا ایک ملکی رسم کی تکمیل سے بھی تعلق رکھتا ہے جو واقعہ ولیعہدی کو اور مضبوط کرنے والا ہے۔

قدیم سے تمام سلطنتوں اور خصوصاً ایشیائی سلطنتوں میں یہ دستور مسلم چلا آتا ہے کہ جب کوئی بادشاہ خواہ راجہ، یا نواب کسی کو اپنا ولیعہد مقرر کرتا ہے تو تکمیل ولیعہدی کے لئے تمام رعایا اور ارکان سلطنت سے ولیعہد کو نذریں دلواتا ہے۔ ایسے ہی اُسوقت بھی جبکہ کوئی ولیعہد، عہدہ خالی ہونے پر عنانِ سلطنت اپنے ہاتھ میں لیتا ہے یا کوئی بادشاہ اپنی حیات میں ہی سلطنت کا چارج اپنے ولیعہد کے سپرد کر دیتا ہے، اُس نئے بادشاہ خواہ راجہ یا نواب کو تمام رعایا اور ارکان دولت کی طرف سے نذریں گذرتیں ہیں۔ رعایا اور ارکان دولت کے اس عمل سے اپنے ملک و رعایا کے علاوہ، دیگر سلطنتوں میں بھی اسکی ولیعہدی یا بادشاہت کو اُسکے ملک میں مان لیا جاتا ہی پس جناب امیر علیہ السلام کی نسبت اعلان ولیعہدی کے بعد آنحضرت صلعم کا جنابِ امیر کو بلفظ امیر المومنین سلام کرنے اور مبارکباد دینے کا تمام مسلمانوںکو حکم دینا اور مسلمانوں کا جنابِ امیر کی خدمت میں فرداً فرداً حاضر ہوکر بلفظ امیر المومنین سلام کرنا اور مبارکباد ولیعہدی دینا بموجب اُسی دستور قدیم بغرض تکمیل ولیعہدی بمنزلہ نذر دینے کے تھا جس سے اُن کی ولیعہدی اور جانشین آنحضرت ہو جانے پر کسی جگہ اور کسی ملک میں شک و شبہہ باقی نہ رہے ؎

اعلیٰ سب سے افضل ہیں علیؑ	آیا جنہیں اکملت وہ اکمل ہیں علیؑ
مُنھ کرکے سوے خانہ حق کہتا ہوں	کعبہ کی قسم قبلہ اول ہیں علیؑ

ایک عجیب و غریب واقعہ اسی موقع پر جبکہ حضرت عمر، علی مرتضیٰ کی خدمت سے پس از اسلام و مبارکباد حاضر خدمت نبوی ہوے ہیں تو اُنہوں نے ایک عجیب یہ واقعہ بیان کیا کہ جسوقت آپ نے علی مرتضیٰ کو اپنا وصی و جانشین کیا اور من کنت مولاہ فعلی مولاہ فرمایا تو ایک جوانِ حسین و پاکیزہ صورت نے جس سے بھینی بھینی خوشبو آتی تھی اور جو میرے پہلو میں کھڑا تھا مجھسے کہا کہ اے عمر، یہ

رسول اللہ نے موالات کا عہد لیا ہے اس عہد کو سوائے منافق کے کوئی نہ توڑے گا اور تم
اس گرہ کے کھولنے سے ڈرتے رہنا۔ آنحضرت نے فرمایا کہ ہاں وہ بنی آدم میں سے نہ تھا
بلکہ جبرئیل تھے اور جو کچھ میں نے علی کے باب میں کہا اُسپر انہوں نے تمکو تاکیداً توجہ دلائی ہے[لہ]

بعض حصص خطبہ پر مباحث

اب میں بعض مضامین خطبۂ نبوی پر توجہ دلاتا ہوں۔ آنحضرت نے جو حالت
دگرگوں ہو جانے اُن لوگوں کی جو غیر عترت ہیں، اُس وقت ظاہر فرمائی ہے جبکہ جان آنحضرت
کی نکلنے کے لئے حلق تک پہونچ جائے، درحقیقت وہ توضیح و تشریح اس آیہ کی ہے۔

"وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیه فلن یضر الله شیئا وسیجزی الله الشاکرین ۵۔"

اور نہیں ہیں محمد، مگر رسول، تحقیق گذر گئے اُن سے پہلے بہت سے رسول، پس اگر وہ مرجائیں یا قتل ہوجائیں تو کیا تم (اے گروہ امت) اپنے اُلٹے پاؤں (دین سابقہ) پر پھر جاؤگے اور جو کوئی پھر جائیگا اپنے اُلٹے پاؤں پر، پس خدا کا کچھ ضرر نہیں (یعنی وہ خدا کا کچھ نہ بگاڑیگا) اور قریب ہے کہ خدا شکر کرنیوالوں کو جزا دے گا

جس سے مراد یہ ہے کہ رسول اللہ کی وفات پانے پر خواہ وہ وفات قضائے الٰہی سے
واقع ہو یا بذریعہ قتل، مگر مسلمانوں کا یہ منصب یا حق نہیں ہے کہ وہ احکام خدا سے جو رسول

لہ اصل حدیث یہ ہے "عن عمر ابن خطاب قال نصب رسول الله علیاً علماً فقال من کنت مولاه فعلی مولاه اللهم وال من والاه وعاد من عاداه واخذل من خذله وانصر من نصره اللهم انت شهیدی علیهم۔ ثم قال یعنی عمر وکان فی جنبی شاب حسن الوجه، طیب الریح، فقال لی عمر، لقد عقد رسول الله لابن عمه عقداً لا یحله الا منافق، فاحذران تحله، قال عمر فقلت یا رسول الله انک حیث قلت فی علی کان فی جنبی شاب حسن الوجه الطیب الریح وقال کذا وکذا قال النبی صلعم نعم یا عمر انه لیس من ولد آدم لکنه جبرئیل اراد ان یوکد علیکم ما قلته فی علی" (مودۃ قربی سید علی بن شہاب الدین بن محمد ہمدانی قدس اللہ تعالیٰ مودہ خامسہ حدیث خامس۔)

نے اُن کو پہنچائے تھے اور پھر وہ ایمان لائے ہیں منحرف ہو جائیں، لیکن اگر کوئی ایسا کرے گا تو خدا فرماتا ہے کہ میرا تو کچھ ضرر نہیں ہے بلکہ تمہارا ہی ضرر ہے۔

میں جو بعض حصص خطبۂ نبوی کو آیت بالا کی توضیح و تشریح[1] کرتا ہوں اُسکی بنا یہ ہے کہ جیسے خدا نے وفات نبی واقع ہونے پر لوگوں کے اُلٹے پاؤں پھر لوٹ جانے کی طرف اشارہ کیا ہے جس سے مراد دین سابق پر عود کر جانا ہے، ویسے ہی آنحضرت نے بھی شروع اسلام سے ہی اپنے ساتھ میں بعض لوگوں کی مخالفت کا ذکر کر کے اُنکے ظاہر ہونے کا وقت اپنے دم واپسین کو بتایا ہے، اب اگر کوئی اُن لوگوں کی تلاش و تحقیق کرنا چاہے تو اُس کو انہی مواقع پر ڈھونڈے کہ جو خدا و رسول نے اپنے اپنے ارشادات میں اُنکے ملنے کے بتائے ہیں۔

آنحضرت نے تو صاف صاف شروع سے ہی اُنکی مخالفت کا ذکر کر کے اُن کے ظاہر ہونیکا وقت اپنی موت کے گھنٹہ کی آخری گھڑی کو بتایا ہے لیکن خدا نے اپنے کلام بلیغ میں، وفات نبی کی دو صورتیں ظاہر فرما کر بالعدد وفات اُن لوگوں کے دین سابق پر پلٹ جانے کا ذکر کیا ہے، اور در حقیقت وفات آنحضرت کی جو واقع ہوئی ہے بستر علالت پر نہ بذریعہ قتل، پس ہمکو ایک نظر آنحضرت کی مقدس لائف پر ڈالنی چاہیے کہ آنحضرت کے قتل کے متعلق بھی کبھی کوئی واقعہ پیش آیا ہے یا نہیں کہ جس کی طرف آیۃ میں اشارہ ہے تاکہ اُن لوگوں کے پتہ ملنے میں زیادہ سہولیت ہو۔

غور کرنے سے جنگ احد میں یہ پتہ ضرور چلتا ہے کہ وہاں آنحضرت صلعم کے دندان مبارک پر صدمہ بھی پہنچا تھا اور اُن کے قتل ہو جانے کی غلط خبر بھی کسی شیطان نے اڑادی تھی جس پر دنیا طلب مسلمان آنحضرت کو چھوڑ کر فرار کر گئے[1] تھے، باوجودیکہ آنحضرت نام لے کر پکارتے تھے کہ کہاں بھاگے جاتے ہو میں زندہ ہوں، مگر کوئی نہیں سنتا تھا اور مُنھ اُٹھائے بھاگے چلے جاتے تھے جیسا کہ واقدی[2] کہتا ہے، اور خود خدا نے بھی قرآن میں

[1] تاریخ طبری جلد ۱ حصہ ۳ صفحہ ۱۳۹۵ بروایت ابن مسعود [2] مغازی واقدی صفحہ ۲۳۴ و تفسیر واقدی صفحہ ۳۱۴۔

اس واقعہ فرار، اور پیغمبر کے بلانے، اور لوگوں کے مڑ کر بھی نہ دیکھنے کا ذکر کیا ہے[۱]۔

انس بن نضر سے خود عمر نے پیغمبر کی خبر قتل کہی تھی جبکہ امام انس میدان جنگ کو جا رہے تھے اور حضرت عمر پہاڑ پر تشریف رکھتے تھے، جس پر انس نے یہ بھی کہا کہ اگر پیغمبر قتل ہو گئے تو اُن کے بعد تم جی کر کیا کرو گے۔ ؟ آؤ میرے ساتھ اور لڑو بھڑو اور مر جاؤ[۲]۔

یہاں تک خبر قتل مشہور ہوئی تھی کہ رسول اللہ پیاری اکلوتی بیٹی، باپ کے دل کا ٹکڑا، سخت پریشان ہو کر، واسطے تحقیق خبر قتل میدان جنگ تک آئی تھی اور جس نے اپنے باپ کو زندہ پا کر شکر خدا کیا تھا۔

اگرچہ شروع زمانہ اسلام میں اور بھی واقعات ایسے ملتے ہیں کہ جس سے پیغمبر کی مخالفت کا لوگوں کے اعمال و افعال سے کافی پتہ ملتا ہے اور جو لوگ محققانہ امور خانہ شان رکھتے ہیں اُنکی نظر غائر سے وہ واقعات پوشیدہ نہیں رہ سکتے۔

اس مختصر رسالہ میں اُنکا اعادہ باعث طول ہوگا۔ اس مقام پر اُن واقعات کی طرف صرف اسی قدر اشارہ کر کے جھوٹی خبر قتل کی شہرت کے واقعہ کو ہی واسطے صداقت اس ارشاد پیغمبر کے کہ "کچھ لوگ شروع زمانہ اسلام سے ہی ہماری مخالفت پر کمر بستہ ہیں" کافی جانکر پیغمبر صلعم نے جس وقت پر اُن لوگوں کے ظاہر ہونے کا پتہ دیا ہے، اب اُس وقت پر اُن لوگوں کی تلاش کو ضروری سمجھتا ہوں اور بالآخر تلاش سے مجھکو اُنہیں سے بعض اُس وقت ملتے ہیں جہانکہ آنحضرت بستر علالت پر ہیں اور گرد جمع ہیں، پیغمبر ارشاد فرما رہے ہیں کہ بھلا سو کہنا مانو! کاغذ و قلم و دوات لے آؤ کہ تم کو میں ایسی کتابت لکھ دوں تاکہ میرے بعد گمراہی اور ضلالت میں پڑنے سے بچو۔ لیکن مجمع کثیر پیغمبر

[۱] مغازی واقدی صفحہ ۲۳۲ و تفسیر واقدی صفحہ ۳۱۴۔

[۲] خمیس جلد ۱ صفحہ ۴۳۲ و مغازی واقدی صفحہ ۲۳۵ و سیرت ابن ہشام صفحہ ۵۸۶ جز ثانی و طبری حصہ ۳ صفحہ ۱۴۰۶۔ انس نے جو عمر سے کہا تھا وہی کیا کہ میدان جنگ میں آیا لڑا بھڑا اور شہید ہو گیا مگر حضرت پہاڑی سے نہ ہٹے وہ گویا اس مصرع کے عامل تھے ع زمیں جنبد نہ جنبد گل محمد

کے اس ارشاد کی کچھ پرواہ نہیں کرتا، کوئی کہتا ہے کہ پیغمبر پر بیماری کا کرب زیادہ ہے۔ کوئی دم میں مرنے والے ہیں اس لئے بہکی بہکی باتیں کر رہے ہیں، کوئی کہتا ہے کہ ہمکو کتاب خدا کافی ہے اور پیغمبر پر (معاذ اللہ) ہذیان کی حالت ہے، آخرِ کار اس قدر غل غپاڑہ ہوتا ہے کہ آنحضرت ناخوش ہوکر حکم دیتے ہیں کہ اُٹھ جاؤ یہاں سے۔ یہ کیا غل شور مچا رکھا ہے حضور پیغمبر یہ سخت گستاخی ہے، اور آخر اصحاب چلے جاتے ہیں[1]۔

اسکے بعد وفات نبی واقع ہونے پر میں نہایت تعجب سے اسی جلسہ کے بعض نامور ممبروں کو یہ دیکھتا ہوں کہ وہ کسی مقصد سے خبرِ وفات کو چھپانا چاہتے ہیں اُن میں سے ایک بزرگ تو استقدر بکھرے ہوئے ہیں کہ تلوار سونت کر کھڑے ہو گئے یہ کہتے ہوئے کہ جو کوئی کہے گا پیغمبر نے وفات پائی میں اُسکا سر اڑا دونگا[2]۔

بہرحال ان واقعات پر، اور جو کچھ نتائج اُن سے مرتب ہو سکتے ہیں اُن نتائج پر، اور پھر پیغمبر کے مرتے ہی لوگوں کے جسمِ پیغمبر کو بے دفن و کفن چھوڑ کر، دیگر اغراض کے حصول کے لئے اُلٹے پاؤں چلے جانے پر، اور اُن اغراض کے حاصل ہونے کے بعد جو کچھ پاسداری یا حفاظت حقوق و حرمت نبوی کی گئی جسکی حفاظت اور احترام کا بمنشار ربانی آنحضرت ایک سے بہت زیادہ مواقع پر حکم دے گئے تھے اُس پر، اور جناب سیدہ صلوات اللہ و سلامہ علیہا کی، اپنے پدر عالیمقام کی قبر منور کی طرف اشارہ کرکے اس فریاد پر، کہ وہ اے بابا بعد مفارقت آپ کے بڑے بڑے واقعے پیش آ گئے اگر آپ موجود ہوتے تو کاہکو ایسا سخت واقعہ ہوتا، آپکے بعد لوگوں نے اپنے دلوں کے مخفی امور ظاہر کر دیئے[3]۔ جب آپ نے انتقال فرمایا اور آپ کے اور ہمارے درمیان بڑے بڑے ٹیلے خاک کے حائل ہو گئے

---

[1] تحفہ اثنا عشری ص ۵۲ بحوالہ صحیحین۔ [2] الفاروق جلد ۱ مولوی شبلی ص ۶۵ بحوالہ بخاری [3] معصومہ کی زبانی یہ خبر اُس ابتدا کی ہے جو پیغمبر معصوم نے عبادہ بن صامت سے فرمایا تھا کہ "کچھ لوگ ہیں جو شروع سے ہی ہماری دشمنی پر آمادہ ہو رہے ہیں الخ[4]"

مسند کتاب بہت گہرا گیا

اور ہمسے غائب ہوگئے لوگوں نے بہت سونھ بنا بنا کر ہمکو دکھایا اور ہمارا استخفاف کیا،
اور اسی کا نتیجہ ہے کہ آج ہمارے حقوق ضبط کئے جاتے ہیں[۱] اور علی مرتضی کے قبر نبی کی
طرف مخاطب ہوکر جناب ہارون کے اُس قول کو تلاوت فرمانے پر، جسکا ذکر قرآن میں ہے۔
"اے ماںجائے میرے قوم نے مجھکو ضعیف کر ڈالا اور قریب تھا کہ مجھکو ہلاک کر ڈالے[۲]" اور
جو کچھ بموجب اصول فلسفہ تاریخی کے ان واقعات کی تنقید سے نتیجہ مرتب ہو سکتا ہے۔ اُسپر
بخوبی غور کرنے سے باسانی یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ آنحضرت نے جن لوگوں کی نسبت اپنی
تقریر میں شروع سے اپنی مخالفت اور ہنگام وفات اُن کے ظاہر ہونے کا، اور خدا نے اپنے
کلام معجز نظام میں اُن کی نسبت آنحضرت کے قتل یا وفات پانے پر، حالت سابق پر عود
کر جانے کا اشارہ فرمایا ہے وہ کون لوگ تھے ؟

نامِ ظالم چہ ضرور است کہ اظہار کنم

اندرونی مخالفت کے کھٹکہ کا سراغ

یہیں سے اُس اندرونی مخالفت کے کھٹکہ کا بھی باسانی سراغ ملجاتا ہے کہ
جسکی وجہ سے ابتدائ حکم ربانی کی تعمیل کو آنحضرت نے ملتوی رکھا تھا،
جس مخالفت کا اعلام لوگونکی طرف سے (بابی انت وامی صدقت یارسول اللّٰہ)
اُسی دم سے شروع ہوگیا تھا کہ جس کی خبر آپ دے گئے تھے، اور لوگوں کی اس عملی مخالفت
نے آپ کے اس ارشاد کو بھی ثابت کر دیا کہ "میرے بعد کچھ تو میں ایسی ہونگی جو مجھپر جھوٹ
باندھیں گی اور لوگ اُن کے جھونٹ کو قبول کرینگے"، اور وہ جھونٹ آپ پر کیا باندھا گیا؟
یہ کہ گویا آپ نے متعلق امر جانشینی کسی کے ساتھ کوئی عمل ہی نہیں کیا اور امت کو آپ مہمل
چھوڑ گئے اور اس جھونٹ کو اُسوقت سے اسوقت تک بکثرت لوگ مانتے چلے آئے ہیں

---

[۱][۲] منتخاب از خطبہ لمہ، و کتاب نہایہ لغت و کتاب سقیفہ از ابوبکر جوہری و شرح نہج البلاغۃ از ابن ابی الحدید
و کتاب الامامت والسیاست از عبد اللہ مسلم بن قتیبہ دینوری[۱۲]

اور بعد اسپر اصرار کرتے ہیں، مگر کچھ شبہہ نہیں کہ استدلالاً کلام خدا کو آپ نے فرمایا ہے۔

وسیعلمون الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

خدا و رسول کے ارشادات کے بموجب عترت و اہلبیت شکر کرنے والے تھے۔۔

اور جیسے کہ آنحضرتؐ نے اپنی شروع اسپیچ میں اپنے اہل بیت کی نسبت، امتحان و بلا، اور دنیا کے ناگوار مصائب کا ذکر فرماکر خدا سے ہی استمداد چاہی ہے۔ ویسے ہی خدا نے آیتہ میں فرمایا ہے "قریب ہے کہ خدا شکر کرنے والوں کو جزا دے" اور کچھ شبہہ نہیں کہ وہ شکر کرنیوالی عترت رسول اللہ ہے کہ جس نے احد کے موقع پر بھی آنحضرت صلعم کو زندہ پاکر شکرِ خدا کیا، اور اُن ناگوار مصائب پر بھی صبر و شکر کیا کہ جو بعد وفات رسالتؐ مآب ان پر گذرے اور جنکا اشارہ جناب سیدہ اور علی مرتضیٰ کے استغاثوں میں ہے جنکو بالاجمال میں اوپر بیان کر آیا ہوں، اور پھر اہلبیت و عترت پر ان مصائب کا سلسلہ ایسے استمراری طور پر قرار دیا گیا تھا کہ اُن کی ذریت میں برابر منتقل ہوتا چلا آیا اور جس سے مسلمانوں کی تاریخیں پٹی پڑی ہیں

قرآن کے معجزہ ہونیکا ایک اور ثبوت۔۔

مینے جو بعض حصہ مضامین کو توضیح و تشریح کلام خدا ظاہر کرکے واقعات سے تائید بھی اس کی دکھائی اسکے علاوہ اسی آیت کے ایک لفظ خاص سے قرآن کے معجزہ ہونے کا ایک تازہ ثبوت بھی ملتا ہے۔

خدا نے جو وفات نبی کی دو صورتیں ظاہر کی ہیں اُن پر غور کرنے سے نتیجہ دونوں کا ایک ہی پایا جاتا ہے یعنی موت کا واقع ہونا، خواہ وہ اپنی موت سے مرنا ہو جسکو قضائے الٰہی کہتے ہیں یا وہ موت بذریعہ قتل واقع ہو، پھر خدا نے لفظ "مات" کے ساتھ تخصیصاً "قتل" ہونیکا لفظ کیوں ارشاد فرمایا؟ یا جبکہ علاوہ قضائے الٰہی سے موت واقع ہونے کے اور بھی بہت صورتیں موت واقع ہوجانے کی ہوجاتی ہیں تو خدا نے منجملہ تمام اور صورتوں کے صرف قتل ہی کی صورت کو کیوں بیان فرمایا؟ نہیں، خدا حکیم ہے اُس کا کوئی لفظ بیکار و عبث نہیں؛

ہوسکتا جب اس مقام کو اُن اخبارات شہرت قتل ہی سے، جبکا ذکر بسلسلہ غزوہ اُحد ہوچکا، ملاکر غور کیا جاتا ہے تو بالتخصیص لفظ "قتل" کے بیان کی ضرورت اچھی طرح ذہن نشین ہوجاتی ہے یعنی تلاش کرنے والے کو، اُن لوگوں کا پتہ بآسانی ملجاتا جنکا ذکر خدا و رسول کے ارشادات میں ہے اور یہی خدا کے کلام کی بلاغت و فصاحت، اس کے معجزہ ہونے پر، اذعانِ قلبی کو ایک ایسے نوع سے جوش میں لاتی ہے کہ جسکا اظہار لفظوں میں مجھ سے ناممکن ہے۔

امام ثعلبی کی تحقیق حکم ابتدائی جانشینی علی مرتضیٰ کے متعلق

اسی موقع پر مجھکو اُس تحقیق کا بھی ذکر کرنا چاہیے جو بابت حکم ابتدائی جانشینی علی مرتضیٰ کے ہے اگرچہ میں نے تو اسی تحقیق سے اتفاق کیا ہے کہ وہ ابتدائی حکم آیۃ فاذا فرغت فانصب، تھی لیکن امام ثعلبی علیہ الرحمہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ وہ ابتدائی حکم آیۂ انما ولیکم اللہ الخ ہے جسکا نزول بسلسلہ عطائے انگشتری کے ہے جو حالت رکوع میں جناب امیرؑ نے سائل کو دی تھی لیکن آنحضرتؐ نے اس حکم کو امت پر پہنچایا نہیں تھا، لیکن اس اختلاف کو خود آنحضرتؐ کا وہ ارشاد رفع کرتا ہے جو آخر خطبہ میں ہے کہ "میرے اہلبیت کے بارے میں تین مرتبہ خدا نے وحی فرمائی ہے کہ سید المرسلین و امام المتقین اور ان لوگوں کے پہچاننے والے ہیں جن کی پیشانیاں روشن ہیں، بس مجھے یا کسی کو بھی علامہ ثعلبی کی اس تحقیق سے کہ پہلی مرتبہ میں حکم انما ولیکم اللہ نازل ہوا" اختلاف نہیں ہوسکتا کیونکہ بہ حیثیت واقعہ بھی اس آیۃ کا نزول فاذا فرغت فانصب، اور یا ایھا الرسول بلغ الخ سے پہلے ہے اسکے بعد پھر دوسری مرتبہ بمقام مکہ حجۃ الوداع کے موقع پر حکم، فاذا فرغت فانصب، اور تیسری مرتبہ خم غدیر میں حکم - یا ایھا الرسول بلغ الخ نازل ہوا - یا پہلی مرتبہ قبل ہجرت اور بعثت سے تین برس بعد مکہ میں آیۃ وانذر عشیرتک الاقربین

ؔ امام فخر رازی نے بھی اپنی تفسیر میں آیۂ انما ولیکم اللہ الخ کا نزول بروایت ابوذر بسلسلہ واقعہ عطائے انگشتری لکھا ہے اور نیشاپوری نے بھی واقعہ انگشتری کو تحت تفسیر آیۂ انما ولیکم اللہ لکھا ہے۔ مؤلف عفی عنہ،

کہ جس کی تعمیل کے وقت قرابتداروں کے روبرو رسالتمآب نے علی مرتضیٰ کو بمنظوری خدا اپنا خلیفہ قرار دے کر علی مرتضیٰ کی اطاعت کرنے اور اُن کی بات سننے کی قوم کو ہدایت کی تھی مگر وہ مجمع صرف قرابتداروں کا تھا دوسرا حکم مدینہ میں آیۂ انما ولیکم اللہ الخ نازل ہوا جو قرابتدار وغیر قرابتدار اور تمام اُمتِ رسول موجودہ ہر وقت کو شامل ہے اور تیسرا حکم پہلے مکہ میں آیۂ فاذا فرغت فانصب، کیونکہ میرے نزدیک آیۂ یا ایہا الرسول حکم تاکیدی بغرض تعمیل کسی ابتدائی حکم کے آیا تھا جس کا اشارہ آیۂ ہذا کے جملہ بلغ ما انزل الیک من ربک میں ہے خواہ وہ حکم ابتدائی آیۂ فاذا فرغت فانصب ہو خواہ آیۂ انما ولیکم اللہ الخ بہر حال ارشاد رسالتمآب کی تصدیق بھی ہو گئی کہ تینوں مرتبہ ایک ہی حکم کی وحی نازل ہوئی اور کچھ اختلاف بھی باقی نہیں رہا۔

مدینہ میں داخلہ اور حارث فہری کا واقعہ

جب تمام امور متعلق تبلیغ حکم خداوندی غدیر میں ختم ہو چکے تو حجاج آنحضرت سے رخصت ہو ہو کر اپنے اپنے اطراف و جوانب کو روانہ ہونے لگے کہ مقام غدیر سے ہی دیگر اطراف کو راہیں جدا ہوتی تھیں اور جناب ختمی پناہ بھی بسمت مدینہ ہو کر بخیر و عافیت معہ اپنے قافلہ کے داخل مدینہ ہوئے۔

یہاں پہونچتے ہی ایک عجیب و غریب واقعہ کہو یا معجزہ ہوا جو یاد رکھنے کے قابل ہے حارث بن نعمان فہری ایک بزرگ نے جو خبر حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ کی سنی مع اس نوعیت کے کہ جس نوعیت اہتمام و انتظام سے ایسی کڑی دھوپ اور جنگل میں طولانی [illegible] کے ساتھ اس حدیث کو فرمایا تھا، تو آنحضرت صلعم سے آکر کہا کہ "آپ نے ہم سے کلمہ توحید پڑھوایا سمجھے ہاں اپنی رسالت کا اقرار کرایا سمجھے کیا، خمس کو کہا، دیتے ہیں، نماز کو کہا پڑھتے ہیں، روزہ کو کہا رکھتے ہیں، حج کو کہا قبول کیا، مگر پھر بھی آپ کو چین نہ آیا اور اپنے بھائی کو جبر یہ فضیلت دی کہ جس کے آپ مولا اُس کے وہ بھی آیا یہ بات آپ نے اپنی فرط محبت سے فرمائی ہے یا بحکم خدا" یہ سن کر آپ کا چہرہ انور متغیر ہو گیا اور حارث

فہری پر حقارت آمیز نظر ڈالتے ہوئے دوبارہ ٹو ہو بیٹھے اور فرمایا کہ سن مجھے قسم ہے خدا کی کہ بجز اس کے اور کوئی خدا نہیں ہے کہ میں نے جو کچھ علی کے ساتھ عمل کیا ہے وہ سب بحکم خدا کیا ہے۔

حارث کچھ شبہہ نہیں منجملہ اُنہیں منافقین کے ایک تھا جنکا ذکر خدا اور رسول کی ارشادات میں گذر چکا ہے اور جو سب کے بہرکانے اور اُسکانے سے حاضر خدمت نبوی ہوا تھا مسجد نبوی سے اس طرح بڑبڑاتا ہوا نکلا کہ الٰہی اگر تیرا نبی سچ کہتا ہے تو مجھ پر آسمان سے بلا نازل کر تا کہ مرجاؤں حارث فہری کی دعا قبول ہوئی اوپر سے ایک ایسا قہر کا پتھر گرا کہ حارث فہری وہیں مرگیا (فی النار والسقر) اور آیہ "سال سائل بعذاب واقع" نازل ہوئی[1]

یہ بھی آنحضرت نے اسی سلسلہ میں بیان فرمایا کہ "میری اطاعت خدا کی اطاعت ہے۔ اور میری نافرمانی خدا کی نافرمانی ہے، اور جب کسی نے اطاعت کی میرے امیر کی اُس نے اطاعت کی میری اور جسنے نافرمانی کی میرے امیر کی تحقیق اُسنے نافرمانی کی میری[2]۔

انس بن مالک کی حکایت

اس مقام پر شاید نامناسب نہو گا اگر انس بن مالک کے واقعہ کتمان شہادت متعلق جانشینی (وصایت و نیابت) علی مرتضی کو بھی بیان کیا جائے کہ اُس واقعہ سے بھی آنحضرت کی اُس پیشین گوئی کی اور صداقت ہوتی ہے "کہ کچھ لوگ مجھ پر جھوٹ باندھینگے اور لوگ اُن کے جھوٹ کو قبول کرینگے،، اور جسکو میں حارث بن نعمان فہری کے واقعہ کی مانند ایک معجزہ ہی سمجھتا ہوں۔

علامہ اسعد، ابراہیم ابن الحسن، ابن علی الحنبلی اپنی کتاب موسوم "اربعین،، میں اپنے

[1] تفسیر ثعلبی ذیل تفسیر آیہ "سال سائل بعذاب واقع،، اور دیگر اکثر علمائے محدثین اس واقعہ کو باسناد صحیح نقل کرتے ہیں جسکا ذکر تفصیل کیساتھ کتاب مستطاب عبقات الانوار کی حدیث غدیر کے مجلد سوم حصہ چہارم میں درج ہے۔ [2] بخاری و مسلم و ترمذی و مشکوۃ۔ حدیث اصل یہ ہے۔ قال رسول اللہ صلعم من اطاعنی فقد اطاع اللہ و من عصانی فقد عصی اللہ و من اطاع امیری فقد اطاعنی و من عصی امیری فقد عصانی۔ مولف عفی عنہ

استاد علامہ عمر بن الحسن المعروف بہ ابن دحیہ جو محققین ثقات میں سے ہیں روایت کرتے ہیں کہ سالم بن جعدہ انس بن مالک کی خدمت میں حاضر ہوا وہ ان دنوں میں نابینا تھے اور ماتھے پر برص کا نشان تھا۔ ایک شخص نے جوان کے بھائی بندوں میں سے تھے ان سے پوچھا کہ اے رسول اللہ کے مصاحب یہ داغ تمہارے ماتھے پر کیسا ہے؟ حالانکہ آنحضرت نے تو فرمایا ہے کہ "مومن برص اور جذام میں مبتلا نہیں ہوتا"۔

انس نے سر جھکالیا اور آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا کہ یہ برص امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ کی بد دعا سے ہوا ہے۔ پس انسے کہا گیا کہ آپ اس واقعہ کو مفصلاً بیان کیجئے انہوں نے کہا کہ سورہ کہف نازل ہونے پر بعض صحابہ نے آنحضرتؐ سے کہا کہ آپ ہمیں اصحاب کہف کو دکھا دیں۔ حضرتؐ نے وعدہ فرمایا۔ کچھ دنوں کے بعد آنحضرتؐ کے پاس ایک فرش بطور ہدیہ آیا۔ اسوقت صحابہ نے اس وعدہ کا ذکر کیا آنحضرتؐ نے فرمایا کہ علیؑ کو میرے پاس بلا لاؤ۔ جب وہ آگئے تو رسالتمآب نے مجھ سے فرمایا کہ انس اس بساط کو بچھا دو میں نے اسکو بچھا دیا پھر آنحضرتؐ نے صحابہ کو حکم دیا۔ کہ اس فرش پر بیٹھ جاؤ۔ جب ہم بیٹھ گئے تو وہ بساط بلند ہوئی۔ اور ہوا میں اڑتی چلی جاتی تھی۔ ظہر کے وقت تک وہ فرش ہوا پر اڑا اور ہم اس پر رہے۔ یہاں تک کہ ظہر کی نماز کیوقت وہ فرش زمین پر آکر ٹھہر گیا۔ ہم اس بساط سے اترے اور تھوڑی دور پیدل چلے۔ یہاں تک کہ ہم نے وہ غار جسمیں اصحاب کہف سو رہے تھے دیکھا ان کے چہرے قندیلوں کی طرح روشن تھے! اور وہ سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے اور کتا ان کا غار کے دہانہ پر دونوں ہاتھ پھیلائے سو رہا تھا۔ ہم پر رعب طاری ہوا جناب امیر المومنین علی علیہ السلام آگے بڑھے اور اصحاب کہف سے کہا سلام علیکم انہوں نے ان کے سلام کا جواب دیا۔ پھر ہم اور لوگ بھی آگے بڑھے اور سب نے سلام کیا لیکن انہوں نے کسی کے سلام کا جواب نہیں دیا! اسوقت جناب علیؑ نے کہا کہ تم نے اصحاب رسول اللہ کے سلام کا جواب کیوں نہیں دیا؟ ان میں سے ایک نے کہا کہ اس امر کو اپنے ابن عم نبی سے پوچھنا،

پھر علیؑ نے جماعت سے کہا کہ اپنی اپنی جگہ بیٹھ جاؤ۔ جب سب بیٹھ گئے تو جناب علیؑ نے ملاکہ کو کہا کہ بساط کو اٹھاؤ۔ پس بساط بلند ہوئی اور ہوا میں چلی۔ کچھ عرصہ کے بعد جناب امیرؑ نے نماز کے لئے بساط کو زمین پر اُتروایا۔ وہ زمین ایسی تھی کہ جہاں پانی پینے اور وضو تک کو نہ تھا۔ پس جناب امیر علیہ السلام نے پاؤں سے زمین پر ٹھوکر ماری کہ ایک چشمۂ آب ظاہر ہوا۔ پس ہمنے وضو کیا۔ نماز پڑھی اور وہ پانی پیا۔ پھر جناب امیرؑ نے کہا کہ تم نماز عصر آنحضرتؐ کے ساتھ پڑھو گے۔ پھر وہ بساط ہمکو لیکر اڑی اور عصر کیوقت ہم باب مسجد پر پہنچگئے آنحضرتؐ نے دیکھکر فرمایا کہ تم لوگ اپنے سفر کا حال بیان کرو گے۔ یا میں بیانکروں۔ یہ فرما کر آپ نے حالات من وعن بیان فرما دیئے۔ پھر جناب امیرؑ نے عرض کیا کہ یا حضرت اصحاب کہف نے میرے سلام کا جوابدیا۔ اور میرے ساتھیوں کے سلام کا جواب نہ دیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ وہ سوائے نبیؐ یا وصی نبیؐ کے اور کسی کے سلام کا جواب نہیں دیتے (انس کہتے ہیں) پھر مجھ سے آنحضرتؐ نے مخاطب ہو کے فرمایا۔ کہ اے انس علیؑ کی وصایت و نیابت کی گواہی دیجیو۔ چنانچہ بعد یوم سقیفہ جبکہ علیؑ ابن ابی طالبؑ نے مجھ سے حدیث بساط کی گواہی چاہی میں نے کہدیا کہ میں اس معاملہ کو بھولگیا ہوں۔ علیؑ نے فرمایا کہ اے انس آنحضرت صلعم نے اس گواہی دینے کی بابت تجھ سے وصیت فرمائی تھی۔ پس جب باوجود وصیت نبویؐ اس گواہی کو چھپایا۔ پس خدا تیرے منہ پر برص کا داغ اور آنکھوں میں اندھا پن اور شکم میں سوزش پیدا کر دے۔ اس دعا کے بعد سے میرے منہ پر برص کا داغ پڑ گیا۔ آنکھیں اندھی ہو گئیں اور پیٹ میں جلن پیدا ہو گئی۔" (راوی کہتا ہے) کہ انس بن مالک بہ سبب سوزش شکم روزے ماہ رمضان المبارک میں نہیں رکھ سکتے تھے۔ اور بصرہ میں وہ مرے اور ہر روز رمضان میں ایک مسکین کو کھانا کھلاتے تھے۔" [1]

فہری کے واقعہ کے بعد آنحضرتؐ کا غم وہم	حارث بن نعمان فہری کے واقعہ کے بعد آنحضرت صلعم مغموم رہنے

[1] کتاب اربعین از علامہ سعد بن ابراہیم حنبلی ۱۲

لگے۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ ایکروز میں معہ جناب امیرؑ آنحضرتؐ کے ہمراہ مدینہ کے باغوں کی طرف ہو کے گذرے۔ امیرالمومنین نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ باغات کیسے اچھے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یا علیؑ جنت میں تمہارے باغات انسے بہی اچھے اور بہتر ہیں اور پھر جناب علیؑ کے سر اقدس اور ریش مقدس کی طرف اشارہ کرکے اسقدر روئے کہ آپکی آواز بلند ہوگئی۔ جناب امیرؑ کے دریافت پر فرمایا۔ کہ اے علی ایک قوم کے دلمیں تمہاری طرف سے کینہ بھرا ہے اور وہ میرے بعد ظاہر ہونگے "۔ ۵ا

یہ بھی ارشاد فرمایا کہ افسوس ہے بچوں پر آلِ محمدؐ کے ایسے خلیفہ سے کہ خلیفہ کیا جائے گا اور جبار ہوگا "۔ ۵۲

ایکروز جنت البقیع سے واپسی کیوقت آپ خانہ ام المومنین عائشہ میں گئے کہ وہ کچھ علیل تہیں آپ نے فرمایا اے عائشہ کاش تم میرے روبرو مرجاتیں تو کیا اچھا ہوتا کہ میں اپنے ہاتہہ سے غسل دیتا کفناتا۔ نماز پڑہتا اور دفن کرتا۔ انہی نے جواب میں (غالباً ارشاد نبویؐ کو مزاح سمجھکر) کہا کہ شاید اس لئے کہ میرے مرنے پر آپ اور ایک عقد کریں۔ اور اس بی بی کو میرے ہی حجرہ میں رکہیں۔ آنحضرتؐ یہ سُنکر مُسکرائے اور پھر چلے گئے "۔ ۵۳

حضرت ابن عمر فرماتے ہیں۔ کہ آنحضرتؐ نے بوقت برآمد ہونے خانہ ام المومنین عائشہ سے فرمایا کہ سر کفر کا اسی جگہ ہے۔ اور اسی جگہ سے شاخ شیطان کی نکلیگی ۵۴

۵ا معجم کبیر طبرانی، مسند ابن عباس و مناقب و مسند امام احمد حنبل ۵۲ کنوز الحق ۱۲

۵۳ تاریخ خمیس امام دیاد بکری و تاریخ کامل ابن اثیر ص ۱۳۲

۵۴ صحیح مسلم ص ۳۹۴ کتاب الفتن۔ اصل حدیث معہ اسناد یہ ہے حدثنا ابی بکر بن شیبہ نا وکیع عن عکرمہ بن عمار عن سالم عن ابن عمر قال خرج رسول اللہ صلعم من بیت عائشہ فقال راس الکفر من ھھنا من حیث یطلع قرن الشیطان "۔

فضائل و مناقب اہلبیت بالخصوص جناب علی مرتضےٰ علیہ السلام

اگرچہ آنحضرت نے واقعۂ جانشینی خم غدیر سے پہلے بھی جیسا کہ ناظرین پڑھ چکے ہیں۔ بہت کثرت سے اپنی عترت اہلبیت اور بالخصوص جناب علی مرتضیٰ کے فضائل و مناقب کو بیان کیا تھا۔ جنسے ہر شخص منشاء نبوی سمجھنے سے قاصر نہیں رہ سکتا تھا۔ اور پھر موقع خم غدیر پر تو نہایت شد و مد سے بحکم خدا صاف و صریح لفظوں میں کہ جس میں شک و شبہہ ہی باقی نہ رہے نصب و اعلان جانشینی علی مرتضےٰ علیہ السلام کا فرماکے مسلمانوں کو حکم دیا تھا کہ امیر المومنین کہہ کہہ کر علیؑ کو سلام کریں اور تہنیت دیں۔ جو درحقیقت ان فضائل و مناقب کا جو وقتاً فوقتاً اسوقت تک ارشاد فرمائے تھے نتیجہ لازمی تھا لیکن نعمان فہری کے واقعہ کے بعد آنحضرت نے جب دیکھا کہ ان لوگوں کے کینہ و نفاق کا جو ابتدا سے ہماری مخالفت کا دلوں میں رکھتے تھے اثر کھلے طور پر ظاہر ہونے لگا۔ تو آپ نے پھر بمزید احتیاط و ہمدردی نیز حجت تمام ہونے کے لئے اس کثرت سے فضائل اہلبیت خصوصاً علی مرتضےٰ کے بیان فرمانا شروع کئے۔ کہ آج (باوجود اس کے کہ ایک زمانہ دراز تک فضائل و مناقب اہلبیت کے چھپائے گئے تھے۔ اور انکے فضائل و مناقب بیان کرنے کی سخت تہدید کے ساتھ مناہی کی گئی تھی۔ اور ایسے لوگ جو کہ فضل و شرف اہلبیت کو بیان کرتے تھے قتل کئے جاتے تھے۔ اور کوئی دقیقہ انکی ہتک عزت اور غارتگری میں باقی نہیں چھوڑا جاتا تھا جیسا کہ واقعات تاریخی بلا اختلاف شاہد ہیں[1]) صدہا کتابیں انکے فضل و شرف کی شہادت میں موجود ہیں۔ اور امام احمد حنبل جو آئمہ اربعہ اہلسنت سے ایک امام ہیں (جنکی نسبت شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے رجال مشکوٰۃ میں یہ روایت لکھی ہے کہ امام احمد حنبل ابوبکر صدیق سے افضل ہیں۔ اور نیز تہذیب الاسماء میں بروایت ابراہیم بن الحرث نودی نے بشر حافی کا یہ قول لکھا ہے کہ امام احمد کا مقام انبیا علیہم السلام ہے) اپنی مسند میں فرماتے ہیں کہ

[1] دیکھو کتاب الاحداث از علامہ ابوالحسن علے بن محمد بن ابی سیف المدائنی جنکی توثیق حافظ ابوسعید سمعانی نے کتاب الانساب میں کرتے ہیں۔ اور تاریخ ابن حوزی المعروف بہ نظفویہ جنکی توثیق حافظ جلال الدین سیوطی نے کتاب بغیۃ الوعاۃ حرف ہمزہ میں کی ہے۔ مولف عفی عنہ۔

جس قدر مدح اور تعریف علیؑ کی قرآن میں نازل ہوئی ہے اسقدر کسی کی نازل نہیں ہوئی۔
اور صاحب کفایۃ الطالب محمد بن یوسف گنجی شافعی فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص آیات قرآنی
سے فضائل امیر المومنین علی علیہ السلام تحریر میں لانا چاہے تو اسکو مستقل طور پر جداگانہ کتاب
لکھنی پڑیگی۔ اور ان کے کل فضائل کا احصا تو دشوار ہے کوئی نہیں کر سکتا۔ اور اس امر کی تصدیق
کہ ان کے فضائل کا احصا دشوار ہے۔ اس حدیث سے بھی ثابت ہوتی ہے جسکو دیلمی نے فردوس
الاخبار میں اور نیز صاحب ینابیع المودۃ نے باسناد مختلف حضرت رئیس المفسرین ابن عباس
رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا اگر تمام اشجار و نیستان قلم ہوں اور دریا
سیاہی اور جن محاسب اور انسان کاتب تو بھی وہ فضائل مرتضوی کا احصا نہیں کر سکتے۔"
ایسی حالت میں کسی کا ان کے جمیع فضائل کو جمع کر دینا ایسا کٹھن امر ہے کہ جس سے زیادہ کٹھن
کوئی امر ہو نہیں سکتا۔ اور راقم تو کچھ بھی جمع کرنا اپنے امکان سے باہر سمجھتا ہوں ہاں
یہ جانتا ہوں کہ جو کوئی آنحضرت کے صرف غدیر ہی کے خطبہ کے مطالب کو بنظر غور پڑھے گا
اور حارث فہری اور نیز جناب عمر کے واقعہ متعلق جوان خوشخو و خوشبو و خوشرو، اور آنحضرت
کی ان پیشینگوئیوں کو جنکو میں ابھی اوپر فہری کے واقعہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ کے
مغموم رہنے کے سلسلہ میں بیان کر آیا ہوں۔ نظر انداز نہ کریگا وہ ضرور یقین کریگا کہ بلاشبہ اس زمانہ
میں جو کام آنحضرتؐ کا ہو سکتا تھا۔ وہ صرف فضائل و مناقب مرتضوی اور حقوق اہل بیت
کی نگہداشت پر امت و صحابہ کو متوجہ کرنا تھا تاکہ ان مصائب کی شدت میں جو آپ کے
اہلبیت پر گذرنے والے تھے۔ اور جنکو حالت زمانہ کا تجربہ بار بار بحضور نظر پیش کرتا تھا کمی ہو
اور میں صرف اس موقع پر سلسلہ کے تشنہ نہ رہ جانے اور نیز ثواب مزید کے حاصل ہونیکی
غرض سے بعض ایسی احادیث کا اور بھی ذکر کروں گا۔ جن کا تعلق فضائل اہلبیت اور ہدایت
صحابہ سے ہے۔

صحابہ کے ارشادات علی مرتضیٰ کے باب میں

ابو منصور شہردار بن شیرویہ بن شہردار دیلمی جنکی توثیق تقی الدین

ابوبکر بن احمد الاسدی نے طبقات شافعیہ میں، اور ابو جہدی علے بن محمد الثعلبی نے مقالید الاسناد میں اور شاہ عبدالعزیز صاحب نے بستان المحدثین میں شدّ و مدّ سے کی ہے، کتاب الفردوس میں حضرت حذیفہ سے ایک حدیث نقل کرتے ہیں جسکو ایک فصیح شاعر اور مقرب بارگاہ مرتضوی نے اپنی کتاب اربعین فی فضائل امیر المومنین میں بلفظہٖ نظم کر دیا ہے اور اسی کو میں اس مقام پر لکھتا ہوں۔

اس طرح دیلمی نے ہے فردوس میں لکھا — مضمون جس نے نقل حذیفہ سے ہے کیا
کہتے ہیں وہ کہ بولے رسولِ فلک سریر — جانیں جو لوگ یہ کہ علیؑ کب ہوئے امیر
قائل ہوں تب علوِ جناب امیرؑ کے — منکر نہ ہوویں فصل شہِ قلعہ گیر کے
آدم تھے آب و گل میں، تو حیدرؑ امیر تھے — موسوم اس لقب سے بحکم قدیر تھے
جب قدسیوں سے عہد یہ اللہ نے لیا — ان سے کہا اَلَستُ انہوں نے کہا بلیٰ

فرمایا کردگار نے میں رب ہوں جان تو تم
اَحمدُ نبیُّکُم وَ علیٌّ اَمیرُکُم

ابن عباس کہتے ہیں کہ ایکروز حضرت نے منبر پر جا کر حمد و ثنائے الٰہی کے بعد حاضرین کو آخرت کا خوف دلایا اور وعید الٰہی سے ڈرایا اور پھر گریہ فرمایا۔ پھر ارشاد کیا علیؑ کہاں ہیں؟ جناب امیرؑ نے فوراً گھٹنے ٹیک کر کھڑے ہو گئے۔ آنحضرت نے اپنے نزدیک بلایا اور اپنے سینے سے لگایا اور پیشانی پر بوسہ دیا۔ اور رونے لگے یہانتک کہ رخسار مبارک پر اشک جاری ہو گئے۔ پھر بآواز بلند فرمایا اے گروہِ اہل اسلام یہ علی ابن ابیطالبؑ شیخ المہاجرین والانصار ہے یہ میرا بھائی۔ میرا ابن عم۔ میرا داماد۔ میرا گوشت اور میرا خون ہے۔ یہ ابوالسبطین یعنی حسنؑ و حسینؑ کا باپ۔ خدا کا شیر اور اس کے دشمنوں کیلئے برہنہ شمشیر ہے۔ اسکے دشمنوں پر خدا اور خدا کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔ اللہ ان سے بیزار ہے۔ میں انسے بیزار ہوں پس اگر کوئی خدا کی اور میری بیزاری چاہتا ہو۔ وہ اس سے بیزاری اختیار کرے تم حاضرین

کو چاہیے کہ غائبوں کو میرے اس کلام سے آگاہ کر دو"۔ ف۱

حضرت ابوبکر سے یہ بھی فرمایا کہ میرا اور علیؑ کا ہاتھ عدل میں برابر ہے"۔ف۲ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ علیؑ میرا بھائی ہے دنیا و آخرت میں اور میرا خلیفہ ہی میرے اہل میں اور میرا وصی ہے میری امت میں۔ اور میرے علم کا وارث ہے اور میرے قرض کا ادا کرنیوالا ہے*۔ میرا مال اس کا اور اس کا مال میرا ہے۔ میرا نفع اس کا اور اس کا نفع میرا نفع ہے اس کا ضرر میرا ضرر میرا ضرر اس کا ضرر ہے۔ جس نے اسے دوست رکھا مجھے دوست رکھا۔ جس نے اس سے دشمنی کی مجھ سے دشمنی کی"۔ف۳ شیخ ثانی رسالتمآبؐ کی زبانی یہ بھی فرماتے ہیں کہ جو علیؑ اور اولاد علیؑ کو دوست رکھیگا۔ خدا اسکی نماز، روزہ، عبادت اور دُعا قبول کریگا۔ اور بعدد اسکی رگوں کے جو اس کے بدن میں ہیں۔ شہر بہشت میں عطا کریگا۔ اور حساب صراط و میزان کے خوف سے بیخوف رہیگا۔ اور جو آل محمدؐ کی محبت پر مریگا۔ مع انبیاء و مرسلین کے بیچ جنت میں اُس کا کفیل ہونگا۔ اور جو آل محمدؐ سے بغض و عداوت رکھیگا وہ قیامت میں ایسی صورت سے آئے گا۔ کہ اسکی پیشانی پر لکھا ہوگا۔ یہ شخص رحمتِ خدا سے مایوس ہے۔ف۴ یہ بھی آنحضرتؐ نے فرمایا کہ علیؑ کی محبت گناہوں کو ایسے کہا جاتی ہے جیسے آگ ایندھن کو"۔ف۵ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں۔ کہ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ یاد رکھیں لوگ جس نے علیؑ سے جُدائی اختیار کی مجھ سے جدائی اختیار کی اور جس نے مجھ سے جدائی اختیار کی اسنے خدا سے جُدائی اختیار کی"۔ف۶ یہ بھی آنحضرتؐ

* اس فقرہ ... دینی و دنیاوی ... [illegible] ... مولف عفا عنہ

ف۱ شرف النبوۃ از ابوسعد عبدالملک بن ابی عثمان محمد الواعظ الخرکوسی ف۲ کتاب سبعین للمحب طبری و مودۃ قربیٰ ہمدانی ف۳ مودۃ قربیٰ ہمدانی مودہ سادسہ ف۴ مناقب صدر الائمہ ابو المؤید الموفق بن احمد بن محمد المکی الخوارزمی مشہور بہ اخطب خوارزم جن کے مفصل حالات توثیق کو عبقات الانوار کی جلد حدیث تشبیہ میں صفحہ ۲۷۸ تا ۳۱۳ پڑھنا چاہیئے تاکہ معلوم ہو کہ کیسے کیسے معتمدین و ثقاۃ محدثین نے اپنی کتب میں انسے حالات (احادیث و روایات) نقل کئے ہیں اور کیسی کیسی موثق یادداشتیں اس چھٹی ہجری کے عالم اور محدث کی نسبت لکھی ہیں"۔

ف۵ مودۃ قربانی ہمدانی ف۶ مناقب اخطب خوارزم و فردوس الاخبار دیلمی و مناقب امام احمد حنبل"۔

نے فرمایا کہ "ہر نبی کا وارث اور وصی ہوتا ہے پس میرا وارث اور وصی علیؑ ہے۔"[1] یہ بھی فرمایا کہ "میں علیؑ کو جو میرا بھائی، میرا وزیر اور میرا وصی ہے اپنے بعد سب میں بہتر اور افضل چھوڑتا ہوں"[2] یہ بھی فرمایا کہ جو کوئی شخص، دس شخصوں پر بھی کسی ایسے شخص کو حاکم مقرر کریگا جو منجملہ ان دس ماتحت و محکوم کے ایک سے بھی مفضول ہوگا وہ شخص خدا و رسولؐ کا خیانت کرنیوالا ہوگا۔[3] یہ بھی فرمایا کہ علیؑ ہی میری امت میں بیان کرنیوالا ہے ان امور میں کہ جنمیں امت کو اختلاف پیش آئے گا۔[4] ابو لیلیٰ غفاری کہتے ہیں کہ یہ بھی ارشاد ہوا، کہ عنقریب میرے بعد ایک فتنہ برپا ہوگا جب وہ وقت آوے تو تم علیؑ کی اطاعت کو اپنے اوپر لازم کرنا کیونکہ وہی حق اور باطل کے ساتھ فرق کرنیوالا ہے۔"[5]

ایک اپنا خواب بھی آنحضرتؐ نے اس طرح بیان فرمایا کہ "میں نے ایک شب، اپنے چچا حمزہؓ اور بھائی جعفر بن ابی طالب کو خواب میں دیکھا کہ ان کے سامنے ایک طشت بیروں کا رکھا ہے اور وہ کھا رہے ہیں۔ تھوڑی دیر میں وہ بیر انگور ہو گئے۔ انھوں نے انگور کھائے۔ پھر ان کی صورت کھجوروں سے بدلگئی وہ کھجوریں کھانے لگے۔ اس عرصہ میں انکے قریب پہنچکر مینے کہا کہ بابی وامی انتما، تمنے تمام اعمال سے کس عمل کو افضل پایا؟ انہوں نے جوابدیا کہ فدیناک بالآباء والامہات، ہمنے تین عمل افضل پائے، آپ پر درود بھیجنا، پانی پلانا، اور علیؑ بن ابی طالب کو دوست رکھنا۔"[6]

حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ یہ بھی آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ "اگر لوگ علیؑ ابن ابیطالبؑ کی محبت پر جمع ہوجاتے تو خدا دوزخ کو ہرگز پیدا نہ کرتا۔"[7]

---

[1] مناقب اخطب خوارزم [2] مناقب ابن مردویہ [3] جامع صغیر علامہ سیوطی و ازالۃ الخفا شاہ ولی اللہ [4] امام احمد و فردوس الاخبار دیلمی [5] فردوس الاخبار دیلمی و مودۃ قربیٰ ہمدانی مودۃ ششم و مناقب اخطب خوارزم و استیعاب امام عبدالبر وغیرہ [6] مناقب اخطب خوارزم۔ [7] مودۃ قربیٰ ہمدانی مودۃ ششم +

عبداللہ بن مسعود کو ہدایت عبداللہ ابن مسعود ناقل ہیں کہ "رب مجھے آنحضرت نے اپنی وفات کی ایک مہینہ پہلے سے خبر دی تھی ایک روز میں آنحضرت کی خدمت میں طلبید حاضر ہوا۔ جب آنحضرت کی نظر مجھپر پڑی تو از راہ ترحم و شفقت آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ میں تمکو تقویٰ، اور پرہیز گاری اور خوف خدا کی وصیت کرتا ہوں تمکو چاہئے کہ تکبر نہ اختیار کرو، مینے پوچھا آپ کی وفات کب واقع ہوگی؟ فرمایا قریب زمانہ ہے، پوچھا غسل کون دے گا؟ میرے قریب ترین اہلبیت، پوچھا کفن کیا ہوگا؟ فرمایا یہی جو پہنے ہوں، جامہ مصری، خواہ حلۂ یمنی، پوچھا نماز؟ حضرت آبدیدہ ہوے اور فرمایا کہ بعد غسل میری میت متصل قبر رکھدی جائیگی، پہلے میرا خدا نماز پڑھیگا پھر ملائکہ، پھر میرے اہلبیت، اُسکے بعد جسکا جی چاہے"[1]

حضرت ابن عباس کو ہدایت حضرت ابن عباس ناقل ہیں کہ مجھکو رسولؐ خدا نے بلایا اور فرمایا میں تمکو بشارت دیتا ہوں کہ خدا نے تمام پہلوں اور پچھلوں اور سب وصیوں کے سردار علیؑ ابن ابی طالب کے ساتھ مجھکو مدد دی اور اس کو میرا ہمسر بنایا، پس اگر تم پرہیز گار بننا اور نفع اُٹھانا چاہو تو علی کی پیروی کرو۔ یہ بھی فرمایا کہ "جب تک تم علی کے تابع فرمان رہوگے تب تک کبھی گمراہ نہوگے، اور ہرگز ہلاک نہوگے، اور جب تم اُس کی مخالفت کروگے تو راہیں تم سے گم ہو جائیں گی اور نفسانی خواہشیں تمکو سرکشی میں ڈالدینگی پس تم ذمۃ اللہ یعنی عہد خدا کے بارے میں خدا سے ڈرو، اور ذمۃ اللہ علی ابن ابی طالبؑ ہے" یہ بھی فرمایا کہ تم علی کی متابعت اپنے اوپر لازم کرلو، کیوں کہ حق علی کی زبان اور دل پر ہے، اور نفاق اُس سے برطرف ہے اور علی بہشت کا قفل (دشمنوں کے لئے) اور اُس کی کنجی (دوستوں کیلئے) اور دوزخ کا قفل (دوستوں کے لئے)، اور اُس کی کنجی (دشمنوں کے لئے) ہے، اُس کی دوستی کے سبب سے اُسکے دوست بہشت میں داخل ہونگے اور اس کی دشمنی کے سبب سے اُسکے دشمن داخل جہنم ہونگے،

[1] کامل جزو ثانی و عبر ابن خلدون جزو ثانی و روضۃ الاحباب و امام احمد حنبل در مسند و مناقب ۲۰۲ و ۱۳ مودۃ قربی ہمدانی مودۃ چہارم و پنجم و نہم۔

علی مرتضیٰ سے بعض ارشادات نبوی

ایک روز علی مرتضیٰ سے آنحضرت نے کہا، جیسا کہ حضرت ابن عباس خبر دیتے ہیں کہ تم میرے بعد عنقریب رنج سے ملاقات کروگے اُنہوں نے عرض کیا کہ یہ امر آیا میرے دین کی سلامتی میں واقع ہوگا؟ فرمایا کہ ہاں[۱]"

یہ بھی آنحضرت نے فرمایا کہ مبارک ہو تمکو اے علی تمہاری مانند کون شخص ہو سکتا ہے کہ ملائکہ تمہارے مشتاق ہیں اور جنت تمہارے واسطے ہے، کیونکہ جب روز قیامت ہوگا تو میرے لئے ایک نور کا ممبر لایا جائے گا اور ایک ممبر نور کا حضرت ابراہیم کے لئے، اور ایک ممبر نور کا تمہارے لئے اور تم اُس ممبر پر بیٹھوگے، اُسوقت یکایک ایک منادی ندا کرے گا، بخ بخ کیا خوب یہ وصی ہے جو درمیان حبیب خدا اور خلیل خدا کے ہے، پھر مجھکو بہشت و دوزخ کی کنجیاں دیجاوینگی اور تمہیں سپرد کر دونگا[۲]" یہ بھی فرمایا کہ یا علی تمہیں میرے بھائی، اور وارث اور وصی ہو، اسپر علی مرتضیٰ نے پوچھا مجھکو آپ سے کیا ورثہ ملیگا؟ فرمایا مجھسے پہلے جو انبیا نے پایا ہے یعنی کتاب اللہ اور سنت نبی[۳]"

یہ بھی فرمایا کہ قیامت میں سب سے اول میں بلایا جاؤں گا اور عرش کے داہنے بازو پر کھڑا کیا جاؤنگا اور مجھے جنت کے حلوں میں سے سبز پوشاک پہنائی جائیگی، یا علی میں تمہیں مطلع کرتا ہوں کہ قیامت کے روز سب امتوں سے پہلے میری امت حساب دیگی، پھر سب سے پہلے میری قرابت کی وجہ سے تم بلائے جاؤگے، اور تمہیں میرا علم "لواء الحمد" دیا جائیگا، تم دونوں صفوں کے درمیان ٹہلوگے، آدم اور ساری دنیا میرے علم کے سایہ میں پناہ گزین ہوگی، اُسکی لمبائی ہزار سالہ راہ ہوگی، اُس کی بھال سرخ یاقوت سے بنی ہوگی، اُسکے تین گیسو ہونگے، ایک مشرق اور ایک مغرب اور ایک دنیا کے وسط میں، اُس میں تین سطریں لکھی ہونگی، ایک بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم، دوسری الحمد للہ رب العالمین تیسری لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ، ہر سطر کا طول وعرض ہزار سالہ راہ ہوگا حسن تمہارے داہنے اور

[۱] صحیح حاکم [۲] مودۃ قربیٰ ہمدانی مودۃ نہم [۳] ابن خضرمی۔

حسین تمہارے بانہیں پر ہونگے، یہانتک کہ تم میرے اور جناب ابراہیم کے درمیان سایۂ عرش کے نیچے آکر کھڑے ہوگے، تمہیں جنت کی سبز پوشاک پہنائی جاویگی، منادی عرش کے نیچے سے ندا کریگا کیا اچھا باپ ہے تمہارا ابراہیم اور کیا اچھا بھائی ہے تمہارا علی، بشارت ہو تمکو اے علی! جب مجھے لباس پہنایا جاویگا تو تمہیں بھی پہنایا جاویگا اور جب میں بلایا جاؤنگا تو تم بھی بلائے جاؤگے"[۱]

یہ بھی فرمایا کہ "تمکو تاویل قرآن پر ویسے ہی جنگ کرنا ہوگی جیسے کہ تنزیل قرآن پر میں نے جنگ کی"[۲] اور تمہیں حق و باطل میں فرق کرنے والے ہو[۳]

علی مرتضیٰ سے آنحضرت نے یہ بھی پوچھا کہ "یا علی تم اسوقت کیا کروگے جسوقت کچھ لوگ واسطے آخرت کے کوشش کرینگے اور کچھ واسطے دنیا کے رغبت کرینگے، اور مُردوں کا مال سمیٹ سمیٹ کر کھائینگے اور ایسے مال کو دل بھر بھر کے عزیز رکھنے والے ہونگے، دغل سے دین خدا کو اور مال خدا سے دول کو حاصل کرینگے؟ علی مرتضیٰ نے عرض کیا کہ جو کچھ وہ اختیار کرینگے میں اختیار نکرونگا بلکہ میں خدا و رسول اور آخرت کو اختیار کرونگا، اور دنیا کی مصیبتوں اور اُسکی سختی کی آزمائشوں پر صبر کرونگا، یہانتک کہ آپ سے ملاقات کروں، یہ سنکر آنحضرت نے فرمایا کہ سچ کہا تمنے، پھر خدا سے دعا کی کہ الٰہی تو علی کیساتھ ایسا ہی کر"[۴]

رسالتمآب اور جناب سیّدہ ایک روز جناب سیّدہ سے آنحضرت نے خبر وفات بیان کی، جناب سیّدہ بیقرار ہوکر رونے لگیں، حضرت بھی رونے لگے، پھر آپ نے فرمایا کہ اے سیّدہ تم بہت جلد مجھسے ملوگی، یہ سنکر جناب سیّدہ کو تسکین ہوئی مگر ہمیشہ ملول رہنے لگیں آنحضرت

---

۱ عبداللہ ابن احمد کی زوائد المناقب ۲ صواعق محرقہ صفحہ ۱۰۸ اور براہین قاطعہ ترجمہ صواعق محرقہ ص ۲۱ ۳ ریاض النضرة محب طبری، و فردوس الاخبار دیلمی و معجم کبیر طبرانی۔ ۴ ریاض النضرة للمحب طبری باب چہارم، جسکی توثیق شاہ عبدالعزیز صاحب رسالہ اصول حدیث مطبوعہ کلکتہ، ص ۲۸ میں کرتے ہیں ۵ کتاب اربعین از حافظ و ثقفی و کتاب الاکتفا از ابراہیم بن عبداللہ یمنی شافعی۔

واقعات آیندہ جو اُنکی اولاد سے متعلق تھے خدا کی تائید سے بیان فرمایا کرتے تھے اور جناب امیر اُنکو لکھتے جاتے تھے، اسی مجموعہ کا نام مصحف فاطمہ ہے"۔ ؎۱

اسی موقع پر وہ روایت بھی یاد رکھنے کے قابل ہے جسے عائشہ دختر عبداللہ بن عاصمی تیمی، جو مدینہ رسول خدا میں مجاور تھی بسند متصل جناب ام سلمہ زوجہ رسول خدا صلعم سے بیان کرتی ہے کہ "آنحضرت نے فرمایا کہ "جب لوگ فضائل محمدؐ و آل محمد کا ذکر کرنے کے لئے جمع ہوتے ہیں تو فرشتے آسمان سے اُترتے ہیں اور اُس ذکر میں شامل ہوتے ہیں جب وہ لوگ فارغ ہو کر چلے جاتے ہیں تو فرشتے آسمان کی طرف پرواز کرتے ہیں تب اور فرشتے اُن سے کہتے ہیں، ہم تم سے ایسی خوشبو سونگھتے ہیں کہ اس سے پاکیزہ تر خوشبو ہمنے کبھی نہیں سونگھی، وہ فرشتے کہتے ہیں کہ ہم ایسے لوگوں کے پاس موجود تھے جو، فضائل محمدؐ و آل محمد کا ذکر کرتے تھے، اِن ہی کی بوئے خوش سے ہم معطر ہیں، یہ بات سُنکر وہ فرشتے اُن سے کہتے ہیں کہ ہمکو بھی وہاں لیچلو، وہ جواب دیتے ہیں کہ وہ لوگ اب وہاں سے چلے گئے، تب وہ فرشتے کہتے ہیں کہ ہمکو اُس مکان میں لے چلو جہاں اُنہوں نے فضائل محمدؐ و آل محمدؐ بیان کئے تھے"۔ ؎۱

زمانِ علالت میں صحابہ کو ہدایات

آنحضرت نے زمانہ علالت میں ایک دن صحابہ کو طلب کیا اور فرمایا کہ میں جلد انتقال کرنیوالا ہوں اور خدا کے ہاں جانے والا ہوں مجھکو جو کچھ نصائح کرنا تھے وقتاً فوقتاً میں تمکو کر چکا ہوں اور یہ بھی خبر دے چکا ہوں کہ میرے بعد عنقریب میری امت میں تفرقہ اور فتنہ و فساد پیدا ہونگے اور یہ بھی بتا و سمجھا چکا ہوں کہ اُسوقت حق و باطل میں فرق کرنے والا فاروق اعظم کون ہے اور تمکو کس کی پیروی کرنی چاہئے تاکہ صراط مستقیم سے قدم نہ ڈگے، اب پھر غور سے سن لو کہ میری امت میں تہتر فرقے ہو جائیں گے

؎۱ مودۃ القربیٰ ہمدانی مودت دوم۔

جن میں بجز ایک کے کہ وہ تو ناجی ہوگا باقی سب کے سب ناری ہونگے اسی لئے تمکو چاہئے
کہ بموجب فرمان خدا "واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا" کے سب ملکر
خدا کی رسی کو مضبوط پکڑ لینا اور فرقہ فرقہ مت ہونا اور حبل[1] اللہ (رسی اللہ کی) خدا کی کتاب
اور میری آل ہے اور میں تم میں انہی دو گراں قدر چیزوں کو چھوڑے جاتا ہوں اور علیؑ مرتضیٰ
کا ہاتھ پکڑ کے کہا کہ یہ علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن اسکے ساتھ اگر تم ان دونوں سے تمسک
کروگے تو ہرگز گمراہ نہوگے اور یہ آپس سے جدا نہونگے یہانتک کہ میرے پاس حوض کوثر پر
پہونچیں اور میں ان دونوں سے پوچھونگا کہ میرے بعد تمسے کس طرح سلوک کیا گیا؟[2] اور
میں قیامت کے دن چار قسم کے شخصوں کی شفاعت کرونگا (۱) جو میری اولاد کی تعظیم و
تکریم کرے (۲) جو اُنکی حاجتوں اور ضرورتوں کو پورا کرے (۳) جو اُنکے امور میں سعی و
کوشش کرے جبکہ وہ اُس کی طرف مضطر ہوں (۴) جو دل اور زبان سے اُنکو دوست رکھے[3]
حاضرین میں سے ایک صحابی عبداللہ بن سلام نے، کہ جنکے کان میں حدیث لواء الحمد دوسروں
کے ذریعہ سے پہونچ چکی تھی، رسول اللہ سے عرض کیا کہ مجھکو آپ علم حمد کی تعریف اور اُس کی
کیفیت سے آگاہ فرمائیے؟ فرمایا کہ اُس کا طول ہزار برس کی راہ کے برابر ہوگا اور اُس کا
ستون سرخ یاقوت کا اور اُسکا قبضہ سفید موتی کا اور اُسکا پھریرہ سبز زمرد کا ہوگا، اس کے تین

---

[1] حبل اُس رسی کو کہتے ہیں جو دو لڑوں سے بٹی ہوئی ہو۔ حبل اللہ کی ایک لڑ کتاب خدا اور دوسری لڑ آلِ رسول ہے
مولف عفا عنہ۔ [2] طبرانی فی المسند زید بن ثابت، و المعجم کبیر، و امام احمد حنبل در مسند و مسلم ترمذی و الحاکم و ابو یعلی و ابن
راہویہ فی مسندہ و مسند بزار و الدولابی، و ابن عقدہ، و ابو موسیٰ مداینی، و کتاب اخبار المدینہ از سید ابو الحسن یحیی بن الحسن و تحفہ
اثنا عشری باب ۴، رم وغیرہم۔ اس حدیث کو حدیث الثقلین کہتے ہیں جو کثیر طرق سے مروی ہوئی ہے، صواعق محرقہ کے
باب (۱۱) فصل اول صفحہ ۱۳۳ میں بشرح حدیث ثقلین یہ شرح کی گئی ہے کہ "بہ زیادہ حقدار جس سے تمسک کیا جاوے
اہلِ بیت نبی ہیں ہے، امام اہلِ بیت کے، اور عالم اہلِ بیت کے علیؑ ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ہیں۔"
[3] ینابیع مودۃ فی القربیٰ مودۃ دوم و ششم۔"

گیسو ہونگے، ایک مشرق دوسرا مغرب اور تیسرا وسط دنیا میں ہوگا، اُنکے اوپر تین سطریں لکھی ہونگی (۱) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (۲) الحمد للہ رب العالمین (۳) لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ ہر سطر کا طول ہزار سال کی راہ ہوگا۔ عبد اللہ نے کہا کہ سچ فرمایا آپ نے اب یہ ارشاد ہو کہ علم کو کون اُٹھائیگا؟ فرمایا، علی جسنے دنیا میں میرا علم اُٹھایا ہی جسکا نام خدا نے زمین و آسمانونکی پیدائش سے پہلے لکھا ہے۔ عبد اللہ نے کہا کہ سچ فرمایا آپنے اب یہ فرمائیے کہ علم کے سایہ میں کون لوگ ہونگے؟ فرمایا مومنین دوستانِ خدا، اور خدا کے شیعہ، اور میرے شیعہ اور میرے محب، اور علی کے شیعہ اور اُسکے محب اور انصار، خوشحال اُن لوگونکا اُنکی بازگشت بہت نیک ہی اور عذاب ہی اُسکے لئے جو علی کے باب میں مجھکو جھٹلائے، یا علی کو میرے باب میں جھٹلائے، یا اُس مرتبہ میں اُس سے جھگڑا کرے جسمیں خدا نے اُسکو قایم کیا ہی۔" یہ بھی فرمایا کہ قیامت کے دن حساب بندگان خدا سے خدا فارغ ہوگا تو دو فرشتونکو پل صراط پر تعینات کریگا اور وہ وہاں آکر کھڑے ہونگے جس کسی کے پاس ولایت علیؑ ابن ابی طالب کا پروانہ (پاس) نہو گا وہ اُسے صراط سے نہ گذرنے دینگے بلکہ اوندھے منھ جہنم میں اُسکو ڈالدیں گے۔"[۱]

یہ بھی فرمایا کہ "وہ سب سے پہلے قیامت کے دن علی ہی مجھسے ملنے والا ہے اور میری موت کے وقت سب سے آخر یہی بات کرنیوالا ہے۔"[۲]

انس کہتے ہیں کہ یہ بھی رسالتمآب نے ارشاد فرمایا کہ "جبریل نے خدائے بزرگ و برتر کی طرف سے مجھسے بیان کیا کہ خدا علی کو اسقدر دوست رکھتا ہے کہ اتنا نہ فرشتوں کو دوست رکھتا ہی نہ نبیونکو اور رسولونکو اس کی ہر ایک تسبیح کے عوض میں خدا ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے جو اسکے محبوں اور شیعوں کے لئے روز قیامت تک طلب بخشش کرتا رہیگا۔"[۳]

حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ یہ بھی آنحضرت نے فرمایا کہ "جو کوئی توکل کرنا چاہے اُسکو چاہئے کہ میرے اہلبیت کو دوست رکھے، اور جو کوئی عذاب قبر سے نجات پانا چاہے اُسکو چاہئے

[۱] مودۃ فی القربیٰ مودۃ دوم و ششم [۲] الیواقیت لابی عمر الزہری [۳] مودۃ قربیٰ ہمدانی مودت ہشتم۔

کہ میرے اہلبیت کو دوست رکھے، اور جو کوئی کہ علم و حکمت حاصل کرنا چاہے اسکو چاہیے کہ میرے اہلبیت کو
دوست رکھے، جو کوئی چاہے کہ بےحساب جنت میں داخل ہو اسکو چاہیے کہ میرے اہلبیت کو دوست رکھے،
خدا کی قسم جو کوئی انکو دوست رکھےگا وہ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی فائدہ اٹھائیگا[۱]

جریر بن عبداللہ بجلی کہتے ہیں۔ یہ بھی آنحضرت نے فرمایا کہ آگاہ ہو جو کوئی محبت آل محمد پر
مریگا وہ شہید مریگا، وہ بخشا ہوا مریگا، اسکی قبر میں جنت کے دروازے کھولے جائینگے، اسکو
ملک الموت مرتے وقت بہشت کی بشارت دیگا، قبر میں منکر و نکیر مژدہ جنت سنائینگے،
اور وہ اسطرح باساز و سامان جنت کی طرف جائیگا جس طرح عروس تازہ شوہر کے گھر جاتی ہے
آگاہ ہو جو کوئی محبت آل محمد پر مرے گا وہ توبہ کرکے مریگا، خدا کی رحمت فرشتوں کو اس کی قبر کا
زوار بنائیگا وہ سنت نبی اور جماعت ایمانی پر مریگا۔ آگاہ ہو جو کوئی محبت آل محمد پر مرے گا وہ
کامل الایمان مریگا، اور جو کوئی بغض و عداوت آل محمد پر مریگا وہ قیامت کے دن اس حال
میں اٹھے گا کہ اسکی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا کہ یہ رحمت خدا سے ناامید ہے، وہ
بہشت کی بو تک نہ سونگھے گا اور وہ کافر مریگا[۲]

یہ بھی فرمایا کہ یاد رکھو میرے ان اہلبیت کی مثال کشتی نوح کی ہے[۳] جو کوئی اس میں سوار
ہوگا وہ نجات پائے اور جو سوار نہو گا وہ ہلاک ہوگا (اہلبیت) باب حطہ ہیں[۴]، اور یہ بھی مخزن
حکمت ہیں[۵]، اور یہی مفاتیح رحمت، موضع رسالت اور معدن علم ہیں[۶]، اور یہی لوگ امان امت ہیں[۷]
اور ان کے ساتھ دوسروں کا قیاس نہیں ہو سکتا[۸]

او ۲ مودۃ فی القربیٰ ہمدانی مودۃ تیرھویں ۳و ۴ حاکم فی تاریخہ و مسند ابو یعلیٰ طبرانی فی الکبیر والاوسط والصغیر و مسند احمد حنبل تاریخ
طبری و ابونعیم در حلیۃ اولیا، والبزار فی مسند و ابن مغازلی فی المناقب بروایت ابی ذر، و ابوسعید خدری، و ابن عباس، و عبداللہ
ابن زبیر و سلمہ بن الاکوع ۵ مسند امام احمد حنبل ۶ فردوس الاخبار دیلمی ۷ مسانید ابن ابی شیبہ و ابو یعلی۔ والطبرانی فی الکبیر
و امام احمد حنبل در مناقب و حاکم در مستدرک و سیوطی در احیاء المیت، بروایت ابن عباس سلمہ بن اکوع و انس بن مالک و علی
ابن ابی طالب، ۸ فردوس الاخبار دیلمی و ملائی سیرت و ابوبکر بن مردویہ، بروایت انس و علی ابن ابی طالب۔

بعض پیشین گوئیاں صحابہ کے متعلق

صحابہ سے آنحضرت نے یہ بھی پوچھا کہ "جس وقت تم پر خزانہ فارس و روم کے کھولے جائیں گے اُس وقت تم کیسے لوگ ہو گے؟ ابن عوف نے کہا جیسے کہ ہمیں خدا نے حکم دیا ہے ویسے ہو نگے، آپ نے ارشاد فرمایا کبھی نہیں، بلکہ تم باہم حسد و نفسانیت کرو گے اور بغض رکھو گے" اور یہ بھی فرمایا کہ مجھے یہ خوف نہیں ہے کہ تم مشرک ہو جاؤ گے، بلکہ تم حرص و ہوا میں بھر جاؤ گے[۱]۔

ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ سب سے مخاطب ہو کر یہ بھی فرمایا کہ "ہر آئینہ تم پیروی کرو گے اُن لوگوں کے طریقہ کی جو کہ تجھ سے پہلے، بالشت بالشت تک اور ہاتھ ہاتھ بھر تک یہاں تک کہ اگر وہ گروہ سوسمار کے سوراخ میں گھس جائیں تو تم اُس میں بھی چلے جاؤ گے" اصحاب نے کہا یا رسول اللہ یہود و نصاریٰ کی؟ فرمایا کہ پھر کون؟ یعنی تم اُنہیں کی پیروی کرو گے[۲]۔

عبداللہ بن مسعود، عبداللہ ابن عباس، اسماء بنت عمیس، سہل بن سعد کہتے ہیں کہ یہ بھی صحابہ سے آنحضرت نے فرمایا کہ "میں حوض پر ہونگا، میرے پاس کچھ لوگ لائے جائیں گے جونہی میں اُنہیں پانی پلانے جاؤنگا فوراً ہٹا دئے جائیں گے، میں اُسوقت کہونگا پروردگار یہ تو میرے اصحاب ہیں، حکم باری ہوگا! اے حبیب میرے تم نہیں جانتے کہ اُنہوں نے تمہارے بعد کیا کیا احداث کئے ہیں[۳]"

یہ بھی صحابہ سے فرمایا کہ "میں شہداء بدر کا گواہ ہوں، حضرت ابو بکر نے کہا کہ کیا ہم اِن (شہداء بدر) کے بھائی نہیں ہیں؟ جیسے وہ ایمان لائے ویسے ہم، جیسے اُنہوں نے جہاد کیا ویسے ہمنے، آنحضرت نے فرمایا کہ ہمیں نہیں جانتا کہ میرے تم کیا کیا احداث کرو گے[۴]" پھر حضرت ابو بکر سے بالتخصیص آنحضرت نے فرمایا کہ "تم میں شرک ہے زیادہ تر پوشیدہ چال سے چیونٹی کی، اُنہوں نے عرض کیا اہل شرک تو وہ ہیں کہ جو

[۱] صحیح مسلم و تاریخ واقدی [۲] صحیح بخاری جلد ۲ مطبوعہ دہلی ص ۱۰۹۱ [۳] تاریخ واقدی و صحیح بخاری چھاپہ دہلی صفحات ۹۷۵ و ۹۷۶ و ۹۷۵ و ۱۰۴۲ [۴] موطا امام مالک۔

سوائے اللہ کے اور کی پرستش کرتے ہیں یہ سنکر آنحضرت نے (ایک ہمدردی کے کلمہ کے ساتھ) فرمایا اے صدیق شرک تم میں ہے پوشیدہ تر چیونٹی کے رینگنے سے[1] یہ بھی آنحضرت نے فرمایا کہ "جب دجّال خروج کرے گا تو اس کا اتباع وہ لوگ کرینگے جو عثمان کو دوست رکھنے والے ہونگے[2]" یہ بھی فرمایا کہ "اکثر امت میری سے جو منافق ہونگے وہ حفاظ قرآن ہونگے" یہ بھی فرمایا کہ "افضل میرا وہ ہے جو عاقل ترین ہے متقی ہو[3]"

حضرت عمار کے متعلق پیشین گوئی......

حضرت عمار سے آنحضرت نے کہا کہ "اے عمار تمکو گروہ باغی قتل کریگا، اور تم حق پر ہوگے اور حق تمہارے ساتھ ہوگا، اور جب تم دیکھو کہ علی ایک سمت کو جاتے ہیں اور دیگر لوگ ایک سمت کو، تو تم علی ہی کا ساتھ دینا اور انہیں کے پیچھے چلنا وہ تمکو ہلاکت میں نہ ڈالیگا اور صراط مستقیم سے تمہارا قدم باہر نہ ہونے دے گا اور اے عمار جو کوئی شخص بارادہ حمایت علی تلوار حمائل کرے گا خدا بروز قیامت اسکو موتیوں کا ہار پہنائے گا اور جو کوئی علی کی ضد میں تلوار حمائل کرے گا ایزد تعالیٰ بروز حشر آتش دوزخ کا ہار اُس کے گلے میں ڈالیگا"

آنحضرت نے مناقب عمار میں یہ بھی فرمایا کہ جیسا کہ صاحب جامع الاصول امام نسائی سے نقل کرتے ہیں کہ "عمار ایمان سے تا استخوان بھرا ہے[4]"

---

[1] ازالۃ الخفا مقصد دوم مسند ابو یعلیٰ شاہ ولی اللہ صاحب نے اسی مقصد میں توثیق ازالۃ الخفا کی فرمادی ہے .... کہ انہوں نے روایات جو بدرجہ صحیح و حسن ہیں ان کو ازالۃ الخفا میں جمع فرمایا ہے۔

[2] محدث علامہ ذہبی جنکی بابت ہمارے معاصر شمس العلما شبلی نعمانی الفاروق حصہ ثانی (صفحہ ۲۴۳) میں فرماتے ہیں کہ علامہ ذہبی جن سے بڑھکر ان کے بعد کوئی محدث نہیں گذرا اور جو حافظ ابن حجر و سخاوی وغیرہ کے شیخ الشیوخ ہیں۔

[3] اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ از ابن اثیر جزری [4] تفسیر ابن جریر طبری [5] مناقب اخطب خوارزم [6] مودۃ القربیٰ ہمدانی مودۃ پنجم۔

یہ بھی ارشاد فرمایا کہ "جنت علی عمار اور سلمان کی مشتاق ہے" لوگوں کو یہ بھی توجہ دلائی کہ وہ عمار کی رہنمائی کے ساتھ ہدایت حاصل کریں[۱]"

حضرت زبیر کی نسبت پیشین گوئی

حضرت زبیر سے آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ "اے زبیر تم علی سے جنگ کروگے اُسوقت تم اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہوگے، چنانچہ ابوالاسود کہتے ہیں کہ جب جنگ جمل میں زبیر علی مرتضیٰ کے روبرو آئے، تو جناب امیر نے قسم دیکر یہ پیشین گوئی اُنکو یاد دلائی، اُنہوں نے جواب دیا کہ بیشک آپ سچ کہتے ہیں میں بھول گیا تھا اور پھر زبیر واپس چلے گئے[۳]"

جناب ابوذر غفاری کو ہدایت اور اُنکے مناقب

حضرت ابوذر غفاری سے آنحضرت نے فرمایا کہ "تم اُس وقت کیا کروگے جب ائمہ (ضلالت) میرے بعد مال فئے، کو کاٹ کھائینگے؟ اُنہوں نے عرض کیا کہ قسم اُس کی جسنے آپ کو براستی مبعوث کیا ہے میں اپنی تلوار اپنے دوش پر رکھونگا، اور اُنکو مارونگا یہانتک کہ آپ سے ملاقات کروں۔ حضرت نے فرمایا کہ اس سے بھی بہتر راہ تمکو بتلاتا ہوں (اور وہ یہ ہے کہ) تم صبر کرنا یہاں تک کہ مجھ سے ملاقات کرو[۴]"

یہ بھی فرمایا کہ تم حالت غربت میں انتقال کروگے اور اس وقت کچھ نیک آدمی تمہارے پاس آئینگے وہی تمہیں دفن کرینگے[۵]"

مناقب جناب ابوذر غفاری میں آنحضرت نے یہ بھی فرمایا کہ "نہیں سایہ ڈالا آسمان نے اور نہیں اُٹھایا زمین نے اہل زمانہ میں سے، راست گو، نہ وفادار تر، ابوذر سے زیادہ[۶]"

انصار کو ہدایات اور فضائل علی مرتضیٰ۔

ایک روز جناب امیر علیہ السلام خانہ ام المومنین عائشہ میں حضرت کے پاس حاضر تھے کہ آنحضرت نے کسی کو بھیجکر انصار کو بھی اُسوقت بلایا، اور

---

[۱] صحیح ترمذی و مستدرک حاکم و صواعق محرقہ ص ۱۲۔ [۳] صواعق محرقہ ص ۱۰۸ | ۱۰۴ [۴] مشکوٰۃ المصابیح رواہ ابوداؤد [۵] تاریخ اعثم کوفی [۶] جامع الاصول و صحیح ترمذی۔

اُن کی حاضری پر فرمایا کہ اے انصار میں تمکو ایسی چیز کی طرف رہبری کر دوں کہ اگر تم اُس سے تمسک کرو تو کبھی اُس کے بعد گمراہ نہ ہو، سب نے عرض کیا کہ ضرور یا رسول اللہ، حضرت نے فرمایا کہ یہ علیؑ ہے، اس سے محبت رکھو میری محبت کے سبب سے، اور اس کا اکرام کرو میرے اکرام کے سبب سے، کیونکہ یہ میں سب بحکم الٰہی کہہ رہا ہوں، اور جبریل خدا کی طرف سے میرے پاس یہ پیغام لائے ہیں؎۱،،

یہ بھی آنحضرت نے فرمایا کہ قیامت میں چار شخصوں کے سوا اور کوئی سوار نہ ہوگا اُس وقت انصار میں سے ایک نے دوزانو کھڑے ہو کر عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، ایک تو آپ ہوں گے باقی کون کون ہوں گے، ؟ فرمایا کہ ہاں ایک میں ناقہ پر سوار ہوں گا، اور ایک میرے بھائی صالح پیغمبر اُس ناقہ پر سوار ہوں گے جسے اُن کی قوم نے پے کر دیا تھا اور میرے چچا حمزہ ناقہ عضبا پر سوار ہونگے، اور ایک میرے بھائی علیؑ جو نور کے ناقہ پر سوار ہونگے اور علم اُن کے ہاتھ میں ہوگا، وہ عرش پروردگار عالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتے ہوں گے، اُس وقت تمام آدمی کہیں گے یہ یا تو کوئی فرشتہ مقرب ہے، یا کوئی پیغمبر مرسل ہے، یا عرش پروردگار کا اُٹھانے والا فرشتہ ہے، تب وسط عرش سے ایک منادی ندا کرے گا اے لوگو، نہ یہ کوئی مقرب فرشتہ ہے نہ یہ پیغمبر مرسل، نہ عرش پروردگار کا حامل، بلکہ یہ صدیق اکبر علی ابن ابی طالبؑ ہے،،

جابر انصاری کہتے ہیں کہ یہ بھی فرمایا کہ در قیامت کے دن جبریل و میکائیل دو گچھے کنجیوں کے میرے پاس لائیں گے، ایک بہشت کی کنجیوں کا ایک دوزخ کی کنجیوں کا بہشت کی کنجیوں پر محمدؐ و علیؑ کے شیعوں کے نام لکھے ہونگے اور دوزخ کی کنجیوں پر اُن کے دشمنوں

؎۱ حافظ ابو نعیم در حلیۃ الاولیا جن کی توثیق اکابر علما اور محدثین مثل ابو المؤید خوارزمی (در اسماء الرجال مع مسانید ابو حنیفہ) و علامہ یافعی (در مرآۃ الجنان) و ابو مہدی ثعلبی (در مقالید الاسناد) کے فرمائی ہے ؎۲ مودۃ قربی سید علی ہمدانی مودۃ دوم۔

کے نام، وہ فرشتے مجھے کہیں گے اے احمد یہ تمہارا محب ہے اور یہ تمہارا دشمن ہے، ان دونوں کو علی کے حوالہ کیجئے، کہ وہ ان کے باب میں جو چاہیں حکم کریں اور یہ، میں اُس خدا کی قسم کھاتا ہوں جو رزقوں کا بانٹنے والا ہے، علی اپنے دشمنوں کو کبھی جنت میں داخل نکریں گے اور اپنے محب کو ہرگز جہنم میں نہ بھیجیں گے" یہ بھی انصار سے فرمایا کہ مینے اُس عہد پر بیعت لی ہے کہ جس عہد پر پہلے پیغمبروں سے اللہ نے بیعت لی تھی، کہ جن چیزوں سے تم اپنے نفوس کی حفاظت اور نگہداشت کرو اُن سے میری بھی حفاظت اور نگہداشت کرنا، اور جن چیزوں سے تم اپنے نفوس کی حفاظت اور نگہداشت کرو اُن سے علی ابن ابیطالب کی بھی حفاظت اور پاسداری کرنا کیونکہ وہ صدیق اکبر ہے، خدا اس کے سبب سے تمہارے دین کو زیادہ کرے گا، خدا نے موسیٰ علیہ السلام کو معجزہ عصا عطا فرمایا، اور ابراھیم علیہ السلام پر آگ کو سرد کیا، اور جناب عیسیٰ کو وہ کلمات عطا فرمائے جن کے ذریعہ سے وہ مُردوں کو زندہ کرتے تھے، اور مجھکو یہ یعنی علی عطا فرمایا، اور ہر پیغمبر کے واسطے ایک نشانی ہوتی ہے اور یہ علی میرے لئے میرے پروردگار کی نشانی ہے، اور ائمہ طاہرین علیہم السلام جو اُس کی اولاد سے ہونگے وہ بھی میرے پروردگار کی نشانیاں ہیں۔ جب تک علی کی اولاد میں سے خدا ایک کو بھی زمین پر باقی رکھیگا زمین ہرگز اہل ایمان سے خالی نہوگی اور اُنہی کی بنیاد پر قیامت ہوگی۔[۱]

علی مرتضیٰ کے سردار عرب ہونے پر بی بی عائشہ کا استعجاب

آنحضرت ایک روز خانہ جناب عائشہ میں تھے کہ سامنے علی مرتضیٰ ع روحی لہ الفدا بھی نمودار ہوئے، آنحضرت فرمایا کہ وہ سردار عرب آرہا ہے، ام المومنین نے فرمایا کہ کیا آپ سردار عرب نہیں ہیں؟ فرمایا کہ میں سردار عالمین ہوں، لیکن علی سردار عرب ہے۔[۲]

---

[۱] و [۲] مودہ قربیٰ سید علی ہمدانی مودہ دہم و دہم [۲] صواعق محرقہ باب نہم فصل اول ص ۱۰۱ لیکن حاکم نے اپنی صحیح میں بجائے لفظ "سردار عالمین" کے "سردار اولاد آدم" ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ مولف عفی عنہ

بی بی عائشہ پر انکے والد ماجد کی خفگی

ایک روز بی بی عائشہ حضرت سے اسباب پر الجھ رہی تھیں کہ "آپ تو میرے باپ سے زیادہ علیؑ کو دوست رکھتے ہیں، اتفاقیہ اسی موقع پر حضرت ابوبکر بھی آگئے، اُنہی نے جونہی یہ گفتگو سنی، بیٹی پر نہایت برافروختہ ہوئے اور کہا کہ کیا تجھے نہیں معلوم کہ پیغمبر کی آواز پر آواز بلند کرنے کی خدا مناہی کرچکا ہے، یہ کہکر چاہا کہ ایک طمانچہ رسید کریں مگر آنحضرت نے کلائی پکڑلی، اور وہ غصہ میں بھرے ہوئے چلے گئے اور وہاں نہیں ٹھہرے[1]"

علی مرتضیٰ سے بی بی عائشہ کی ایک نامناسب گفتگو

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ "ایک روز میں خانہ جناب عائشہ میں، بحضور آنحضرت حاضر تھا کہ جناب امیر بھی آگئے اور درمیان آنحضرت اورام المومنین کے بیٹھ گئے، جناب ام المومنین کو نہایت گراں گزرا، اور بے محابا اُن سے بگڑ کر بولیں کہ اے علیؑ تجھ کو سوائے میرے سر پر چڑھ بیٹھنے کے اور جگہ بیٹھنے کی نہ تھی، آنحضرت صلعم کو یہ بات نہایت بُری معلوم ہوئی اورام المومنین کی پیٹھ پر مکہ مار کر کہا کہ بس بس میرے بھائی کے معاملہ میں مجھے ایذا نہ دے کیا نہیں معلوم کہ یہ مومنوں کا امیر، مسلمانوں کا سردار، اور ماہر دیونکا پیشوا ہے، قیامت کے دن یہ پل صراط پر ہوگا، اور اپنے دوستوں کو جنت میں داخل کریگا[2]"

علی مرتضیٰ سے بی بی عائشہ کو وجہ رنجش

گو آنحضرت صلعم کو ایک سے بہت زیادہ مرتبہ تجربہ سے ثابت ہوچکا تھا کہ عائشہ بی بی کے دل میں علی کی طرف سے غبار ہے، جسکی وجہ مورخین نے معاملہ افک میں علی مرتضیٰ کا عائشہ بی بی کے خلاف پیغمبر کو، مشورہ دینا لکھی ہے[3]

---

[1] خصائص نسائی بروایت نعمان بن بشیر [2] مناقب حافظ ابوبکر بن مردویہ جن کی توثیق تذکرۃ الحفاظ میں علامہ ذہبی نے، اور زاد المعاد میں ابن القیم نے، اور طبقات الحفاظ میں جلال الدین سیوطی نے اور نیز شرح زرقانی وغیرہ میں دیگر علما اور محدثین نے کی ہے اور انکے بڑے بڑے محامد لکھے ہیں۔

[3] روضۃ الاحباب ص ۱۰

اسی لئے بی بی عائشہ کا نفس کبھی خوش نہیں ہوتا تھا کہ علی کو بہ نیکی یاد کریں[1]،، مگر اس موقع پر امیر المومنین کے سردار عرب ہونے کے ارشاد پیغمبر اور حضرت ابوبکر سے زیادہ امیر المومنین کو آنحضرت کے دوست رکھنے پر، جو واقعات پیش آئے اُن سے اور نیز علی مرتضیٰ سے عائشہ بی بی کے اُس تکلیف دہ کلام سے جسکا ذکر ابن عباس کی حدیث میں ہے، آنحضرت کو ضرورت محسوس ہوئی کہ خاص طور پر بشمول دیگر ازواج اُنکو آیندہ کے متعلق تہدید کرنی مناسب ہے چنانچہ

ازواج کو عام وصایا اور بی بی عائشہ کی نسبت خاص پیشنگوئی

ایک روز جبکہ جمیع ازواج حاضر خدمت تھیں ابن عباس فرماتے ہیں کہ اُن سے آنحضرت مخاطب ہوئے اور ہدایت کی کہ ”تم کو چاہئے کہ اپنے گھروں میں اپنے آپ کو نگاہ رکھو، اور نامحرموں سے اپنے آپ کو چھپائے رکھو، اور آیت قرآنی پڑھی جس کا حاصل ترجمہ یہ ہے کہ تم اے ازواج نبی اپنے اپنے گھروں میں قرار پکڑو جیسے کہ زمانہ جاہلیت الاولیٰ میں دستور تھا کہ عورات بے محابا پڑی پھرا کرتی تھیں، تم اُس طرح اب ہر گز بے پردہ گھروں سے مت نکلو، اور صوم و صلوٰۃ اور زکوٰۃ کو اپنا شعار قرار دو یہی امور طاعت خدا اور رسول کے ہیں[2]،،

اس عام ہدایت کے بعد تخصیصاً بطور پیشین گوئی ارشاد ہوا کہ ”تم میں سے وہ کون ہے جسکی سواری میں سرخ اونٹ ہوگا، اور حُوْاَب،، کے کتے اُسپر بھونکیں گے اور اُس کے گرد بہت سے لوگ مقتول ہونگے[3]،، جسکو سنکر بی بی عائشہ نے قہقہہ مارا ام سلمہ کہتی ہیں کہ اُن کے بے موقع ہنسنے پر آنحضرت نے کہا مجھکو خوف ہے کہ ”اے حمیرہ کہیں تو ہی وہ نہو[4]،،

اسی واقع کو شاہ صاحب تحفہ میں آنحضرت کی زبانی اس طرح ترقیم فرماتے ہیں کہ ”گویا میں دیکھتا ہوں تم ازواج میں سے ایک کو کہ بھونکتے ہیں اُسپر کتے حُوْاَب، کے، پس

---

[1] فتح الباری شرح صحیح بخاری لابن حجر باب مرض النبی [2] مدارج النبوۃ ص ۵۵

[3][4] صواعق محرقہ باب ہشتم صفحات ۱۰۴/۱۰۵

بر سپہر کبر تو یہ کہ نہوائے حمیرہؓ"

علی مرتضیٰ کے بارہ میں بی بی عائشہ کو خاص نصیحت

اگرچہ یہ پیشین گوئیاں کافی تھیں، تاہم پایا جاتا ہے کہ آنحضرت نے خاص طور پر بھی علی مرتضیٰ کے بارے میں ام المومنین کو وصیت فرمائی، اُن کل روایات کے لکھنے کی اس مختصر رسالہ میں گنجائش نہیں ہے سلسلہ کے لئے دو ہی روایات پر اختصار کیا جاتا ہے۔

مغاذہ غفاریہ کہتی ہیں کہ دو مجھے آنحضرت سے اُنس تھا یہاں تک کہ اکثر سفر میں بھی ساتھ رہا کرتی تھی اور مریضوں کی تیمارداری اور جنگ کے مضروبوں کی مرہم پٹی کیا کرتی تھی، ایک مرتبہ دولت سرائے عائشہ میں آنحضرت کے پاس حاضر ہوئی تو سنا آپ ام المومنین سے، امیر المومنین کی نسبت یہ فرما رہے ہیں کہ یا عائشہ، سب لوگوں سے علیؑ پیارا ہے اور زیادہ ترمکرم ہے اس کے حق کو پہچانیو اور اس کی عزت کیجیو۔ یہ بھی فرمایا کہ علیؑ کے لئے یہی کافی ہے کہ اس کے محب کو نہ تو موت کے وقت کچھ حسرت ہوگی، نہ قبر میں کسی قسم کی وحشت ہوگی، نہ قیامت کے دن کسی قسم کا خوف اُس کو لاحق ہوگا۔

واقعہ قرطاس

واقعاتِ بالا کے بعد ایک مشہور واقعہ قابل ذکر وہ ہے جس کو اصطلاح محدثین میں حدیث قرطاس کہا گیا ہے۔ جو آنحضرت کی وفات سے چار روز قبل بروز پنجشنبہ واقع ہوا جیسا کہ بخاری اور مسلم میں بالاتفاق حضرت ابن عباس سے بدرجہ تواتر منقول ہوا ہے اور جس کو مولوی شاہ عبدالعزیز دہلوی تحفہ میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں کہ۔ آنحضرت صلعم در مرض بود در روز پنجشنبہ، قبل از وفات بہ چہار روز صحابہ را کہ در حجرہ مبارک حاضر بودند خطاب فرمود، کہ نزد من کاغذے و دواتے و قلمے بیارد، تا من برائے شما

۱؎ اصل عبارت تحفہ یہ ہے۔ کانی باحدٰکن تنبحہا کلاب الحواب فایاك ان تکونی یا حمیراء
۲؎ ص ۲۲۸ نزل الابرار علامہ بدخشی۔ واخرجہ خجندی ۳؎ مودہ نہم مودۃ القربیٰ ہمدانی۔

شما کتابے بنویسم کہ بعد از وفات من گمراہ نشوید، پس اختلاف کردند حاضران در آوردن و نیاوردن،
و عمر گفت کہ کفایت میکند ما را قرآن کہ نزد ماست و ہر آئینہ آنحضرت درین وقت درد شدت دارد،
پس بعضے تائید قول عمر کردند، و بعضے گفتند کہ ہاں بیارید آنچہ حضرت میخواہند از کاغذ و دوات،
و شور و شغب بسیار شد، کہ دریں اثنا کسے ایں ہم گفت کہ آیا آں حضرت را ہذیان و اختلال رو دادہ است،
باز از آں حضرت پرسید کہ چہ ارادہ می فرماید، پس بعضے از ایشاں باز ایں کلام را از آنحضرت
اعادہ خواستند، آنحضرت فرمود کہ ایں وقت از پیش من برخیزند کہ نزد پیغمبران تنازع و شور و شغب
لائق نیست و نوشتن کتاب بایں قصہ و پرخاش موقوف ماند۔"[1]

ملا یعقوب لاہوری اپنی کتاب خیر جاری شرح صحیح بخاری باب کتابۃ العلم من کتاب العلم میں اسی واقعہ کو یوں تحریر فرماتے ہیں کہ "وہ اس میں شک نہیں کہ بالتحقیق، رسول اللہ صلعم نے بہتری دیکھی تھی نوشتہ کے لکھنے میں بدلیل قول پیغمبر "لن تضلوا بعدی" اور اس میں بھی شک نہیں ہے کہ بالتحقیق عمر نے منع کیا اصحاب کو دوات و قلم لانے سے اور اس میں بھی شک نہیں کہ اہلبیت نے ان کے حاضر لانے پر بہت الحاح کیا، اور فریقین میں نزاع کا طول ہوا تا اینکہ پیغمبر نے سب (اصحاب) کو باہر کر دیا۔"

ہندوستان کا مشہور شاعر شیخ امام بخش ناسخ بھی کہ جن کا مقبرہ اندرون چوک لکھنؤ، پھاٹک ٹکسال میں ہے، اسی واقعہ کی طرف ایک شعر میں خوب اشارہ کر گیا ہے ؎

خط وہ لکھتا ہے یہ لکھنے نہیں دیتے ہیں رقیب
ماجرا یہ بھی کم از قصۂ قرطاس نہیں،

مولوی شبلی نعمانی اور قصۂ قرطاس

معاصر مولوی شبلی تیرھویں اور چودھویں صدی ہجری کے مشترکہ مورخ نے اپنی مشہور تصنیف الفاروق میں بھی اس واقعہ کا ذکر کیا ہے، مگر حضرت عمر کا صرف اس قدر کہنا تسلیم کرتے ہیں کہ وہ آنحضرت کو درد کی شدت ہے اور ہمارے لئے

[1] تحفہ اثنا عشری صفحہ ۴۵۲۔

قرآن کافی ہے" اس کے بعد کہتے ہیں کہ "حاضرین میں سے بعضوں نے یہ کہا کہ رسول اللہ بہکی باتیں کر رہے ہیں نعوذ باللہ روایت میں ہجر کا لفظ ہے جس کے معنی ہذیان کے ہیں" وہ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ "سات طریقوں سے صرف بخاری میں یہ روایت منقول ہے" وہ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ "بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت عمر نے ہی آنحضرت کے اس ارشاد کو ہذیان سے تعبیر کیا تھا نعوذ باللہ" لیکن وہ سرے سے اس واقعہ قرطاس کو ہی اس لئے تسلیم نہیں کرتے کہ "یہ ساتوں روایتیں عبداللہ بن عباس سے منقول ہیں جن کی عمر اُس وقت ۱۳-۱۴ برس کی تھی" وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ "خود عبداللہ بن عباس اس موقع پر موجود نہ تھے، اور کس صحابی سے انہوں نے اس واقعہ کو سنا، روایت میں اس کا پتہ نہیں ہے"، مگر حاشیہ میں انہوں نے یہ تسلیم کیا ہے "جو حدیث بخاری کے باب کتاب العلم میں ہے اُس سے موجودگی موقع پر حضرت عبداللہ بن عباس کی پائی جاتی ہے" پھر ان تمام امور پر نظر کرکے آخر کار وہ یہ فرماتے ہیں "جبکہ راوی اس کا صرف ایک ہی شخص ہو وہ بھی ۱۳-۱۴ برس کا لڑکا اور سب سے بڑھکر یہ کہ خود واقعہ کے وقت موجود بھی نہ ہو تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس روایت کی کیا حیثیت رہجاتی ہے"، اور آخر کار حضرت عمر کی مودت میں یہانتک انہوں نے فرمایا کہ "بخاری اور مسلم کے کسی راوی کی نسبت یہ شبہہ کرنا کہ وہ واقعہ کی پوری ہیئت محفوظ نہ رکھ سکا، اس سے کہیں زیادہ آسان ہے کہ رسول اللہ صلعم کی نسبت ہذیان اور حضرت عمر کی نسبت گستاخی کا الزام لگایا جائے[۱]"

قصہ قرطاس میں حضرت عمر کا علم

ہمکو اس سے کچھ بحث نہیں کہ بخاری یا مسلم کے کسی راوی یا حدیث کی نسبت کوئی الزام قبول کیا جاے یا نہ کیا جاے۔ ہم نے اس رسالہ کو اس غرض سے نہیں لکھا ہے کہ بخاری یا مسلم کی کسی حدیث یا راوی کی نسبت کوئی الزام

[۱] الفاروق جلد اول ص ۶۰ بحث قرطاس۔

ثابت کریں۔ اگرچہ مولوی شبلی اس اعتقاد میں کہ حضرت عمر ہذیان کے کہنے والے نہیں تھے یا واقعہ قرطاس ہی بنفسہ غلط ہے، منفرد ہیں اور بجز سُنّی امت کے جنکو کتب احادیث سے کچھ حس ومس نہوگا۔ ہر سمجھدار مسلمان خواہ سنی ہو یا شیعہ مولانا کے ایسے خلاف واقع اور با اعتقاد اہل سنت مسلم و بخاری سی اصح کتب بعد کتاب باری کے جھٹلانے والے بیان کو حقارت کی نظر سے دیکھنے والا ہوگا جبکہ وہ دیکھے گا کہ کثرت سے علماے متقدمین اہل سنت نے مثل علامہ ابن اثیر جذری کہ اُن ہی نے نہایہ میں، اور مثل محدث دہلوی شاہ عبدالحق صاحب کہ اُن ہی نے شرح مشکوۃ میں اور مثل شارح شفائی قاضی عیاض یعنی صاحب نسیم الریاض وغیرہ کے، حضرت عمر کی نسبت ہی آنحضرت کو ہذیان کی نسبت دینے والا بنص احادیث تسلیم کیا ہے مگر یہ بحث چونکہ ہمارے مقصد سے الگ ہے اس لئے ہمکو اس موقع پر یہ تحقیق کرنا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس نے جو کچھ واقعہ بیان کیا ہے، اور جس کو علاوہ مسلم کے سات طریقوں سے صرف بخاری شریف میں ہی لیا گیا ہے۔ اُس کی نسبت خود حضرت عمر کا کیا علم ہے،،۔

وہی عبداللہ بن عباس (جن کو اس موقع پر مولوی شبلی صاحب نے ۱۳، ۱۴ برس کا لڑکا بتایا ہے، لیکن دوسرے موقع پر اُن کی نسبت یہ تحقیق فرمائی ہے کہ ،، وہ خاص تربیت یافتہ اور شاگرد حضرت عمر کے تھے [۵]) فرماتے ہیں کہ میں ابتداء زمانہ خلافت میں خلیفہ صاحب کے پاس ایک مرتبہ آیا تھا جبکہ اُن کے آگے خرمونکا ڈھیر پڑا تھا اور وہ اُس سے شغل فرما رہے تھے میری بھی تواضع کی، اُن کی خاطر سے صرف ایک دانہ میں نے کھالیا جب وہ ڈھیر نبیڑ چکے تو آپ خاصہ صراحی سے اُنڈیل گرہیا جو اُن کے قریب رکھی تھی، اور گاؤ سے لگ کر بیٹھ گئے اور شکر خدا کیا، بعدہ مجھسے مخاطب ہوے اور حسب ذیل،

---

[۵] الفاروق جلد دوم ص ۲۱۱

گفتگو ہوئی۔

حضرت عمرؓ "کہاں سے آئے ہو"؟

عبداللہ بن عباس "مسجد سے"

حضرت عمرؓ "اپنے چچازاد بھائی کو کس حال میں چھوڑا"؟

ابن عباسؓ (یہ خیال کرکے کہ غالباً عبداللہ بن جعفر کو پوچھتے ہیں) لڑکوں سے کھیل رہے ہیں"

حضرت عمرؓ "نہیں میں اُن کو نہیں پوچھتا بلکہ تمہارے بزرگ اہلبیت کو پوچھتا ہوں"

ابن عباسؓ "وہ باغ میں پانی دے رہے ہیں اور تلاوت قرآن کرتے جاتے ہیں"

حضرت عمرؓ "اے عبداللہ میں تمکو ایسی قسم دیکر ایک امر پوچھتا ہوں اگر اسے تم مخفی رکھو گے تو تمہیں تین اونٹ کا کفارہ دینا ہوگا"

ابن عباسؓ "پوچھیے"

حضرت عمرؓ "کیا علیؑ کے دل میں اب بھی کچھ دعوی خلافت سے باقی ہے"

ابن عباسؓ "ہاں ہے، بلکہ اس سے زیادہ یہ کہ جو کچھ اُن کا دعوی ہے، اس کی نسبت میرے باپ سے بھی پوچھا گیا تھا تو اُنھوں نے بھی تصدیق علیؑ ہی کے قول کی، فرمائی یعنی یہ کہ آنحضرت نے اُن کے بارے میں نص فرمائی تھی"

حضرت عمرؓ "یہ بالکل صحیح ہے کہ رسول اللہ اُن کے حق میں کبھی کبھی ایسے کلمات فرمایا کرتے تھے، اگرچہ وہ صاف نہ تھے کہ جن سے کوئی حضر باقی نہ رہے، اور کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ رسول خدا نے وفور محبت کی وجہ سے (معاذاللہ) خلاف حق اُن کی نسبت کارروائی کرنا چاہی، اور مرض موت میں تو اُنھوں نے یہ چاہا کہ ان کے نام کی تصریح بھی کردیں لیکن مینے روک دیا کہ قریش کبھی اُن سے راضی نہونگے"[۱]

[۱] احمد بن طاہر صاحب کتاب تاریخ بغداد در کتاب مسند، علامہ ابن ابی الحدید شارح نہج البلاغۃ۔

مولوی شبلی کے عذرات کا انقطاع

جبکہ خود حضرت عمرؓ عبداللہ بن عباس سے، ان الفاظ میں کہ مرض موت میں آنحضرت نے چاہا کہ علی کے نام کی تصریح بھی کر دیں، قصہ قرطاس کی تصدیق کرتے ہیں تو تمام وہ عذر منقطع ہوتے ہیں جو حضرت شبلی نے بقصد تنقیص حدیث قرطاس فرمائے ہیں، لیکن ایک کوتاہ نظر کہہ سکتا ہے کہ اس واقعہ کے راوی بھی ابن عباس ہی ہیں جبکہ اُن سے مروی وہ حدیث قبول نہیں کی جاسکتی تو یہ کیسے قبول کی جاسکتی ہے؟ لیکن نہیں حدیث اول کا واقعہ اُس وقت کا ہے جبکہ اُن کا سن ۱۳، ۱۴ برس کا بیان کیا گیا ہے، لیکن اس مکالمہ کے واقع کے وقت وہ ۱۳- ۱۴ برس کے لڑکے نہ تھے اس موقع پر یہ امر بھی بھولنا نہ چاہئے کہ کتب احادیث کب مدون ہوئیں، یہ بھی غور کرنا چاہئے کہ اس واقع کو کس کس زمانہ میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا گیا ہے، یہ بھی مدنظر رکھنا چاہیے کہ حضرت عبداللہ بن عباس خاص تربیت یافتہ اور شاگرد حضرت عمر کے کہے گئے ہیں، ایسی حالت میں ناممکن تھا کہ بعد تربیت و شاگردی حضرت عمر کے، وہ اپنے کم سنی کے زمانہ کے، کسی خاندانی سنے سنائے ایسے واقعہ کو، جس سے اُن کے معزز اُستاد اور تربیت کنندہ پر الزام لگتا تھا، روایت کر دیتے، گو اُنکو اس خاندانی واقعہ کی تصدیق اپنے باپ سے ہو چکی ہو کہ جو بالتحقیق موجود موقع تھے- لیکن صرف تنہا ایک اپنے باپ کے بیان پر وہ وثوق نہیں کر سکتے تھے جب تک کہ مثل باپ کے ہی کوئی دوسرا معزز شخص بھی اُس کی تصدیق و تائید نہ کرے -
اب جبکہ اُن کو مثل اپنے باپ کے اپنے معزز اُستاد اور تربیت کنندہ سے، کہ وہ بھی شریعت میں باپ کہا گیا ہے، تصدیق ہو گئی، تو اُنہوں نے اس اپنے خاندانی، اور بقول مولوی شبلی کم سنی کے سنے سنائے واقعہ کو اس درجہ قابل وثوق اور معتمد سمجھا جیسے سٹامپ رجسٹری شدہ اس زمانہ میں، اور اسی وجہ سے اُنہوں نے اس خاندانی واقعہ کو اس دھڑلے سے روایت کیا ہے کہ سات طرق سے صرف ایک

بخاری ہی میں لیا گیا ہے۔

بہت سے علماے اہل سنت مثل شاہ عبدالحق محدث دہلوی شارح مشکوٰۃ، وخفاجی شارح شفاے قاضی، وکرمانی وفتح الباری شارحین بخاری وغیرہ نے صاف تصریح کردی ہے کہ آنحضرت کا طلب قرطاس وغیرہ کرنا محض اسی لئے تھا کہ اپنے جانشین کا نام لکھ بھی دیں۔ تاکہ بعد اُن کے نصب خلیفہ میں تنازعہ اور اختلاف نہو جو سبب گمراہی کا ہو جاوے اگر علما کی تصریح صحیح قبول کی جاے تو سارے لوگ اور خود حضرت عمر یہ بھی جانتے تھے کہ نام بھی اُسی کا لکھا جائیگا جسے تخمیناً کچھ دن اوپر دو مہینے آنحضرت خم غدیر میں اپنا جانشین مقرر کر چکے تھے، اور اُسے بلند کر کے ساری قوم کو دکھا بھی چکے تھے اور جسے حضرت عمر بھی بڑی گرمجوشی سے کل مومنین ومومنات کے منجانب خدا مولا ہو جانے کی مبارکباد دے چکے تھے، اور نعمان فہری کا واقعہ اُسے اور بھی پختہ کر چکا تھا اور یہ امر اُن کے مدعاے قدیمی کے چونکہ خلاف ہوتا اس لئے اُنھوں نے کہ وہ اپنی متحد الخیال پارٹی کے سردار تھے برخلاف پارٹی اہل بیت اور اُن اصحاب وانصار کے جو موئد تحریر کتابت تھی جرات کر کے کہدیا کہ کتاب خدا گمراہی سے بچنے کے لئے کافی ہے اور آنحضرت پر کیفیت ہذیان طاری ہے اور پھر الساغل غپاڑہ اُنھوں نے مچایا کہ آنحضرت نے سب کو باہر کر دیا۔ اور کتابت رہ گئی۔ اگرچہ میں اس راے سے متفق نہیں ہوں کہ طلب کرنا قرطاس وغیرہ کا واسطے تحریر نام خلیفہ کے تھا جیسا کہ میں آگے بیان کروں گا کیونکہ یہ ایک مغالطہ ہے جو واقعہ خم غدیر پر چھاپہ ڈالتا ہے۔

حدیث قرطاس کے راوی اس دعوی کی بابت کہ "سواے عبداللہ بن عباس کے اور کوئی، صحابی اس واقعہ کو روایت نہیں کرتا" میں باادب کہوں گا کہ یہ مولانا کی کمی معلومات یا کوتاہ نظری کی جو ایک ہی بات ہے، دلیل ہے، میں نہایت افسوس کرتا ہوں باجود اس کے، کہ اُنہی نے الفاروق کی تالیف سے پہلے، اُس کے سرمایہ جمع کرنے کی غرض سے سات،

سمندر پار تک کے سفر کئے، مصر کے کتب خانے چھان مارے، مگر انہی نے حدیث قرطاس کی بابت اس تحقیق کرنے سے، کہ آیا کسی اور راوی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے، قطعی چشم پوشی کی، مصر کے کتب خانے تو ایک طرف، وہ کسی کتب فروش کی دکان کی فہرست ہی دیکھتے تو اُن کو مسند امام احمد حنبل مسند جابر ابن عبداللہ وہیں کی مطبوعہ ملتی اور امام صاحب کی مسند کے جزو ثالث صفحہ ۳۴٦ میں، اور ہندوستان میں جمع بین الصحیحین حمیدی مسند جابر بن عبداللہ انصاری میں حدیث سادس وتسعین افراد صحیح مسلم سے ملتی کہ دونوں میں دو مختلف طرق سے یہی حدیث جابر انصاری سے ایسی ہی روایت ہوئی ہے جیسے کہ عبداللہ بن عباس سے، اور مجھکو نہایت افسوس ہے مولانا کی کوشش ہی بیکار نہیں گئی بلکہ اُن کی نظر تحقیق پر دھبہ پڑ گیا۔

میں امید کرتا ہوں کہ وہ آیندہ اپنی نظر کے بھروسہ پر کسی واقعہ کی صحت و عدم صحت پر ایسا قطعی فیصلہ کر لینے کی عادت چھوڑ دیں گے جیسا کہ حدیث قرطاس کی نسبت کیا تھا۔ اور اسی حیثیت سے جو تمام الفاروق کی نسبت تاریخی تصنیف میں صحت کی حد آخری کا دعوی کر بیٹھے ہیں، اُس کو بھی خود الفاروق کے ہیرو حضرت عمر اور اُن کے معزز شاگرد حضرت ابن عباس اور آنحضرت صلعم کے معزز صحابی اور ناصر جابر بن عبداللہ کی متفقہ شہادت ملیامیٹ کرتی ہے

قصہ قرطاس میں ایک حیرت انگیز امر

واقعہ قرطاس میں مجھے یہ امر نہایت تعجب اور حیرت میں ڈالتا ہے کہ طلب قرطاس، اور آیندہ گمراہی سے بچنے کے لئے کتابت کر دینے کے ارشاد پیغمبر کو، تو ایک پارٹی نے ہذیان جانکر مخالفت کی اور اس وجہ سے نہ کسی کو قرطاس و قلم دوات لانے دیا اور نہ کتابت آنحضرت کو کرنے دی مگر اُس پارٹی نے مخالفت کے وقت جو نالایق گفتگوئیں شور و شغب کے ساتھ آنحضرت کے سرہانے کیں جس پر آنحضرت نے انکو اُٹھ جانیکا حکم دیا، اور فوراً لوگ اُٹھ گئے تو یہ حکم کیوں ہذیان نہ سمجھا گیا اور کیوں،

واجب التعمیل سمجھا گیا۔ اگر درحقیقت کتابت کے لئے وہ ارشادِ پیغمبر، بوجہ ہذیان واجب التعمیل نہ تھا تو یہ اُٹھ جانیکا حکم بھی واجب التعمیل نہیں ہو سکتا تھا جیسے اس ارشاد کی تعمیل نہیں کی گئی تھی ویسے ہی اس ارشاد کی بھی تعمیل نہ کیجاتی، اور اگر یہ ارشاد (اُٹھ جانے کا) ہذیان نہ تھا اور اس لئے قابل تعمیل تھا تو وہ ارشاد طلب قرطاس برائے کتابت بھی ہذیان نہ تھا۔ اور لایق تعمیل تھا ان دونوں ارشادات کے درمیان کچھ وقفہ پایا جاتا ہے جس سے یہ کہا جاسکے کہ طلب قرطاس کے وقت آنحضرت پر بیماری کا کرب زیادہ تھا اور اس وقت نہ تھا۔ قرینہ شاہد ہے کہ یہ تمام واقعہ، یعنی حضرت کا طلب قرطاس حضرت عمر کی مخالفت، مخالفت میں آوازوں کا بلند ہونا پیغمبر کا حکم دینا کہ اُٹھ جاؤ نکل جاؤ سب کچھ، پانچ سات منٹ کے اندر ہی ہو گیا اس لئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ پہلے ارشاد کے وقت ہذیان تھا اور دوسرے ارشاد کے وقت ہذیان نہ تھا۔ لیکن حقیقت میں لوگوں کا اُٹھ جانا بھی اُن کے مفید مطلب تھا کہ اگر بعدہ حضرت کتابت کردیں تو مخالف پارٹی کو یہ کہنے کا موقع ملے کہ پیغمبر تو اَن پڑھ (امی) تھے وہ لکھ ہی نہیں سکتے تھے اُن کی طرف اس کتابت کی نسبت جھوٹ ہے۔

قصہ قرطاس میں دو غور طلب بحثیں

اسی سلسلہ میں دو امر غور طلب اور پیدا ہوتے ہیں، اور میں، اگر میری یاد غلطی نہیں کرتی تو کہہ سکتا ہوں کہ کسی نہ کسی نوعیت سے وہ میرے کان میں پڑ چکے ہیں۔

اول یہ کہ پیغمبر نے کیوں اختلاف کی پروا کی اور کیوں کتابت نہ کردی؟ جبکہ اُنکے ہر قول کی نسبت، قرآن، ابرو سے وحی ہونے کی شہادت دیتا ہے کسی وجہ سے بھی کتابت نہ کردینے سے پیغمبر پر یہ الزام عائد ہوتا ہے کہ انھی نے تبلیغ رسالت نہیں کی؟

دوم یہ کہ اُس فریق نے ہی جو کتاب لکھے جانیکا موید تھا کیوں ارشاد پیغمبر کی تعمیل کرکے کتابت نہ لکھوائی؟ امر اول کی نسبت ہرگز یہ شبہہ نہ کرنا چاہئے کہ حضرت جو کچھ بھی لکھنا چاہتے تھے وہ کوئی تازہ نازل شدہ امر ربی تھا اگر وہ کوئی تازہ نازل شدہ

امر ربی ہو تو بالضرور حضرت گو کیسی ہی مخالفت ہوتی اُس کی تبلیغ فرماتے اور کسی مخالفت اور شور وشغب کی پروانہ کرتے۔ اُنہوں نے اُس وقت تو کچھ پروا کی ہی نہیں جبکہ لا الٰہ الا اللہ کی صدا مکہ والوں ہی کے گوش زد ہونا شروع ہوئی تھی، یاد کرو اُس وقت کیسی کیسی اذیتیں تازہ مسلمانوں اور خود بانی اسلام کو مشرکین مکہ کے ہاتھ سے پہونچتی تھیں

حضرت ابوطالب کے پاس جب قوم کا ڈیپوٹیشن آیا تھا اور اُس کی عرض داشت کو غمخوار چچا نے، اپنے بھتیجے بانی اسلام کو پہونچایا تھا اور خود بھی اُن کی سفارش کی تھی، تو کیا بانی اسلام پر کسی قسم کے خوف وخطر یا مخالفت نے اثر کیا تھا اور وہ خدا کے احکام پہونچانے سے باز رہے تھے؟ بلکہ اس کی بھی انہی نے کچھ پروا نہیں کی تھی کہ چچا میری حمایت وحفاظت کریں یا نہ کریں۔

جبکہ اُس ابتدائی زمانہ میں آپ نے تبلیغ احکام خدا میں مکہ والوں کی مزاحمت کی کچھ پروا نہیں کی اور خدا کی آیات کو بلاخوف وخطر مشرکین وکفار پر پڑھا کئے اور طرح طرح کی زحمتیں گوارا کیں تو اس وقت جبکہ مسلمانوں کا بول بالا ہو چکا تھا (اور علی مرتضیٰ کے خم غدیر میں اعلان جانشینی کے بعد، آیۃ الیوم اکملت لکم الخ نازل ہو چکی تھی، جس کی بابت اقوائے قول یہ ہے کہ یہی وہ حکم آخری ہے جس کے بعد کچھ نازل نہیں ہوا) آنحضرت چند نفر مخالفت کرنے والوں کی کب پرواہ کرنے والے تھے، اور ضرور وہ کتابت کردیتے یا اُس کی تبلیغ (زبانی) فرمادیتے اگر وہ کوئی تازہ نازل شدہ امر ربی ہوتا۔ اور ایسا نہ کرنے سے ہی ظاہر ہے کہ آنحضرت صرف کسی امر ربی کی توضیح وتشریح تحریراً بھی کرنا چاہتے تھے جس کی تبلیغ فرما چکے تھے۔ مخالفت کی وجہ سے کتابت نہ کرنے سے آنحضرت پر کوئی الزام عائد نہیں ہو سکتا، ایسی توضیح وتشریح وتفسیر پیغمبر کا اختیاری امر ہوتا ہے نہ کہ لازمی۔ اور یہی عمل جاری تھا کہ صحابہ کے دریافت پر آنحضرت اُن کے توضیح وتشریح وتفسیر اوامر ونواہی خدا کی فرمایا کرتے تھے، یا کوئی عرب صحرائی آتا تھا

اور وہ جو کچھ پوچھتا تھا تو آپ اُسے بتاتے تھے اور دیگر لوگ بھی سنتے تھے، ایسے ہی اس موقع پر حضرت کا اختیاری امر تھا کہ اپنی طرف سے جو توضیح و تصریح کسی امر ربی کی تحریر کرنا چاہتے تھے، کریں یا نہ کریں، تحریر نہ کرنے سے اُن پر کوئی الزام عائد نہیں ہو سکتا۔

اب رہا امر ثانی کہ فریق مؤید نے ہی وہ تحریر کیوں نہ لکھوائی؟ اس پارٹی کے سیّد و سردار جناب امیر تھے اور کوئی یہ ثابت نہیں کر سکتا ہے کہ وہ بھی موجود موقع تھے، لیکن اس کو مان بھی لیا جائے اور یہ بھی قبول کر لیا جائے کہ مطلب آنحضرت کا طلب قرطاس وغیرہ سے خلیفہ کے نام لکھدینے سے تھا، تب بھی اُن کو، یا اُن کی پارٹی کو ضرورت ہی لکھوانے کی نہ تھی کیونکہ اُنکے وہم و خیال میں بھی یہ امر نہ تھا کہ بجز اُن کے کوئی اور بھی خلیفہ ہو سکتا ہے وہ خود فرماتے ہیں کہ "ہمنے خیال کیا کہ ہم اہلبیت اور ولی (ولیعہد) رسول خدا ہیں ہم سے کوئی شخص در بارہ سلطنت و خلافت کچھ مزاحمت و منازعت نہیں کریگا"[1]

علاوہ ازیں کون انکار کر سکتا ہے کہ حضرت نے جناب امیر کو بچپن سے خاص طور پر تعلیم و تربیت نہیں فرمائی تھی؟ اور اُن کے لئے تعلیم و تربیت کا ایک خاص وقت مقرر نہیں تھا؟ اُن کے لئے یہی نہ تھا کہ وہ جب خود حضرت سے دریافت کریں تب ہی آنحضرت انہیں بتائیں نہیں بلکہ جب وہ دریافت کر چکتے تھے اور خاموش ہو جاتے تھے، تو خود حضرت اپنی خواہش سے اُنہیں بتایا کرتے تھے۔ آنحضرت نے اُن کے لئے دعا کی تھی کہ "الٰہی علیؑ کو زبان گویا اور قلب فہمیدہ عطا کر"، آیۂ "تعیها اُذُنٌ واعیه" اِن ہی کی شان میں نازل ہو چکی تھی، ان ہی سے پیغمبر یہ فرما چکے تھے کہ، "مجھے تم پر گمان بھول اور نادانی کا نہیں ہے"، اور "تمہیں میرے شہر علم کے دروازہ ہو" اُن ہی کی نسبت بارہا حضرت نے فرمایا تھا کہ وہ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن اُنکے ساتھ"، اور وہ حق کے ساتھ ہیں اور حق اُنکے ساتھ، اور حق اُسی طرف کو پھرتا جاتا ہے جدھر کو وہ پھرتے ہیں" وہ خود

[1] استیعاب امام عبدالبر بروایت شعبی علیہ الرحمۃ۔

کہتے ہیں کہ کوئی آیۃ نازل نہیں ہوئی مگر یہ کہ میں جانتا ہوں کہ کب نازل ہوئی اور کہاں نازل ہوئی اور کس باب میں نازل ہوئی۔" اور یہ کہ اگر میرے لئے مسند بچھائی جاوے تو میں اہل توریت کا بروے توریت اہل زبور کا بروے زبور، اہل انجیل کا بروے انجیل اہل فرقان کا بروے فرقان، فیصلہ کروں، ایسی حالت میں اُن کو یا اُن کی پارٹی کو ضرورت ہی نہ تھی کہ جو حضرت لکھنا چاہتے تھے اُسے خواہ مخواہ لکھواتے ہی، وہ خود ہدایت یافتہ تھے۔

اس لئے وہ لاعلم نہ تھے کہ آنحضرت کا مقصد طلب قرطاس وغیرہ سے کیا ہے؟ وہ تو وہ خود حضرت عمر ہی بزعم خود مان گئے تھے جیسا کہ اُنھوں نے حضرت ابن عباس سے اپنے عہد خلافت میں کہا اور جیسا کہ علمانے بھی جن کا اوپر ذکر ہو چکا ہے خیال کیا کہ مطلب آپ کا طلب قرطاس وغیرہ سے خلیفہ کا نام تحریر کر دینے سے تھا۔" اس لئے فریق مؤید پر بھی اُس تحریر کو نہ لکھا لینے کا کوئی الزام عائد نہیں ہو سکتا،، اگر تھوڑی دیر کے لئے یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ وہ اُس وقت تک منشاءِ پیغمبرؐ پر جو کہ اُن کا کتابت سے تھا، مطلع نہ تھے تو میں کہوں گا کہ اُن کی کمی معلومات کو، علم کے ہزار باب والی، حدیث نے، آئندہ پورا کر دیا جو حضرت کے عین وفات کے وقت والی حدیث ہے، اور نیز دیگر ارشادات حضرت پر عمل علیؑ مرتضیٰ نے، جن کا ذکر آگے آئیگا۔

طلب قرطاس وغیرہ کی وجہ ہماری رائے میں قرطاس وقلم و دوات کا طلب کرنا واسطے تصریح نام خلیفہ کے نہ تھا کیونکہ خم غدیر میں علی مرتضیٰ کو ولیعہد مقرر کر ہی چکے تھے اور سب کو اُنہیں اپنے مابعد کے لئے خلیفہ بنایا اور جتا چکے تھے اور پھر واقعہ نعمان فہری نے تو کسی قسم کا شبہہ و شک اُن کے جانشین نبی بعدِ نبی ہونے پر باقی ہی نہیں رکھا تھا اور واقعہ خم غدیر سے پہلے بھی اُنہیں کی نسبت کثرت سے ایسے ارشادات موجود ہیں کہ جن میں خاص طور پر علی مرتضیٰ کے جانشین مقرر نہ ہونے پر آپ نے اپنی پسندیدگی ظاہر فرمائی تھی اور اُن کے جانشین ہونے کو امت کے لئے رحمت قرار دیا تھا اور پھر ایسے بھی بہت سے ارشادات ہیں کہ جن سے،

انہیں میں قابلیت خلافت کے اوصاف کا ہونا قرار پا سکے اس لئے محض اُن کے نام لکھدینے کے لئے طلب قرطاس وغیرہ کی ضرورت نہیں تھی بلکہ ہماری رائے میں آپکا منشا کاغذ و دوات و قلم کے منگانے سے دوسرا تھا جسکو ہم موجودہ زمانہ کی ایک مثال سے جسکی بنیاد قدیمی ہے منطبق کر کے دکھاتے ہیں تاکہ منشاء پیغمبری کے سمجھنے میں سہولیت ہو۔

جب کوئی جدید تقرر کسی حاکم کا کسی ضلع میں کسی نوعیت [ل] سے بھی ہوتا ہے تو اول عدالت بالا دست سے بذریعہ ایک چٹھی کے اُس ضلع کی عدالت کو اطلاع دی جاتی ہے۔ یہاں سرکار احکم الحاکمین سے وہ ابتدائی حکم آیۂ انما ولیکم اللہ خواہ فاذا فرغت فانصب آیا جس میں جناب علی مرتضیٰ کے ولیعہد پیغمبر مقرر کئے جانے کی خبر سرکار احکم الحاکمین نے اپنے پیغمبرؐ کو دی۔ اور جیسے کہ ہر ضلع میں خاص خاص لوگوں کو اُس چٹھی کے مضمون کا علم ہو جاتا ہے ویسے ہی یہاں بھی اُس ابتدائی حکم کے منشاء سے پیغمبر صلعم نے بعض بعض اصحاب کو مطلع کیا جیسا کہ منشاء اُن احادیث کا بھی ہے جو تمہید میں ہی ہم لکھ آئے ہیں۔

بعدہٗ اُس تقرر کا اعلان، بغرض آگاہی پبلک سرکاری اخبار کے ذریعہ سے کیا جاتا ہے جسکو گورنمنٹ گزٹ کہتے ہیں۔ یہاں آنحضرت نے اُس ابتدائی حکم کا اعلان خم غدیر میں فرمایا جہانکہ قریب قریب کل مسلمانوں کے علاوہ گرد و نواح کے بعض غیر مسلمان فرقے بھی موجود تھے اور سب نے ولیعہدی کی مبارکبادیاں دیں جو بغرض تکمیل ولیعہدی دستور قدیم کے بموجب بمنزلہ نذر دینے کے تھیں۔

سرکاری اخبار میں اعلان کے بعد پھر وہ حاکم ضلع میں پہونچکر اپنے عہدہ کا چارج لے لیتا ہے اور جو کوئی اُس عہدہ پر کام کرتا ہوتا ہے اُسکو سبکدوش کر دیتا ہے۔

یہاں آنحضرت صلعم نے جو کاغذ اور دوات و قلم طلب فرمایا وہ تصریح نام خلیفہ کے

[ل] نوعیت سے مراد یہ ہے کہ وہ تقرر بجائے کسی متوفی ہوا ہو یا رخصتی حاکم کے خواہ متبدلہ یا پنشن یافتہ کے۔

لئے نہ تھا جیسا کہ علما نے ظاہر کیا ہے اور جس سے منشا اُنکا واقعہ ولیعہدی خم غدیر کو کمزور کرنیکا
ہے کیونکہ خم غدیر میں عمل اور اعلان جانشینی علی مرتضیٰ سب کچھ ہو چکا تھا بلکہ آنحضرت صلعم کو چونکہ
خبر وفات دی جا چکی تھی اور آپ ایک سے زیادہ موقع پر فرما چکے تھے کہ میری وفات بہت
قریب ہے جیسا کہ احادیث کا صاف وصریح منشاء ہے پس حضرت نے بنظر اُن حالات کے
جو پیش نظر تھے اور جس لئے آپ نے فضائل اہلبیت کے بیان فرمانے اور امت کو اُنکی
پاسداری کرنے اور بزرگ داشت میں اصرار فرمایا تھا اپنی وفات سے چار روز قبل چاہا کہ
تحریراً خلافت کا چارج اپنے ولیعہد کو دیدیں جسکو ہمارے ملکی محاورہ میں سکہ و دوات کا سپرد
کرنا بھی کہتے ہیں اور اسی منشاء سے آپنے کاغذ اور دوات قلم طلب فرمایا تھا تاکہ تعمیل کاروائی
سپردگی چارج یعنی سکہ دوات کی بھی ہو جائے ۔ چارج خلافت علی مرتضیٰ کو سپرد کر دینا ہی وہ
کتابت ہوتی جو گمراہی سے بچانے والی ہوتی ۔ کیونکہ گمراہی سے بچنے کے لئے حدیث ثقلین،
حدیث سفینہ، حدیث باب حطہ، اور مثل اُنکے دیگر احادیث آنحضرت ارشاد فرما چکے تھے اور
ان احادیث کے منشاء صاف وصریح سے بڑھکر اور کون ہدایت گمراہی سے بچنے کے لئے
ہو سکتی تھی بجز اسکے کہ جسکو امت کا سردار بعد ممات قرار دیا ہے مرنے سے پہلے ہی عنانِ
امت بھی اُسکے ہاتھ میں دیدیں تاکہ آیندہ اس امر کی طرف سے اطمینان ہو اور امت ضلالت و
گمراہی سے بچ جائے ۔ اور اسی لئے حضرت عمر نے سمجھکر مخالفت کی کیونکہ اگر چارج خلافت
اپنی حیات میں ہی پیغمبر صلعم جناب علی کو دیدیتے تو یہ امر اُنکے فطرتی مدعا کے خلاف ہوتا ۔
اسی لئے اُنہوں نے برخلاف پیغمبر کے ارشاد کے کہ میں تم میں دو گرانقدر چیزیں تمہارے
تمسک کرنے اور تمکو ضلالت و گمراہی سے بچانے کے لئے چھوڑتا ہوں ۔ الا اپنے نفس کو
پیغمبر کے نفس پر اولیٰ قرار دے کر گمراہی اور ضلالت سے بچنے کے لئے منجملہ اُن دو
گرانقدر چیزوں کے ۔ صرف ایک ہی کو کافی بتا دیا اور غل غپاڑہ کر کے کاروائی کتابت
(تسپردگی چارج) کو اڑا دیا اور کچھ بھی پروا نہیں کی کہ حضرت کو ہذیان کی نسبت دینا

کیسی گستاخی اور بے ادبی کی بات ہے۔ کسی طرح سے یہ وقت اور وقت کی بات ٹل جائے لیکن آنحضرت نے اس کارروائی کی دوسری طور پر تکمیل کر دی جیساکہ آگے ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت کا جناب امیر کو وہ چیزیں سپرد کرنا جو کہ جانشینی پیغمبر کے لئے نص و دلیل ہیں۔۔۔۔۔۔

قصہ قرطاس سے دو روز بعد اور وفات سے ایک روز قبل جب کہ آنحضرت نے دیکھا کہ قدیمی مخالفوں نے کتابت کرنے میں یوں مخالفت کی البتہ باوجود اس کے کہ روانگی جیش اسامہ کے لئے سخت تر تاکیدیں کیں حتی کہ لعنت تک بھی۔ تاکہ ہنگام وفات مخالفوں سے مدینہ خالی ہو، مگر لعنتی نہیں جانا تھا نہیں گئے۔ تب حضرت نے پھر سب کو جمع کیا سارا مکان حاضرین سے بھرا ہوا تھا، آنحضرت کا سر اقدس علی مرتضیٰ کی گود میں تھا اور جناب عباس عم رسول خدا جسم اطہر پر رومال ہلا رہے تھے، ابو حمزہ ثمالی کہتے ہیں کہ اُسوقت آنحضرت نے اپنے چچا سے کہا، آیا آپ میری وصیت کو قبول اور میرے وعدونکو پورا کرینگے؟ اُنھی نے جواب دیا کہ میں ضعیف العمر ہوں اور میرے عیال بہت ہیں، تین مرتبہ حضرت نے اپنے کلام کا اعادہ فرمایا مگر ہر دفعہ حضرت عباس وہی جواب دیتے تھے۔ پھر حضرت جناب امیر کی طرف مخاطب ہوے اور کہا کہ اے علی تم میری وصیت کو قبول اور میرے وعدونکو پورا کروگے؟ یہ کلام سنکر جناب امیر کو ایسی رقت ہوئی کہ جواب نہ دے سکے، پھر حضرت نے اپنے کلام کو دُہرایا، تب علیؑ نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، ہاں مجھکو قبول ہے تب حضرت نے فرمایا کہ اے علیؑ تمہیں میرے بھائی، اور وصی اور وزیر اور جانشین ہو، پھر بلال سے کہا کہ میری تلوار ذوالفقار لاؤ، بلال نے تلوار حاضر کی، پھر کہا کہ میری زرہ ذات الفصول لاؤ، بلال نے زرہ بھی حاضر کی، پھر فرمایا کہ میرا گھوڑا مرتجز لاؤ، بلال نے گھوڑا بھی حاضر کیا جو

لے ملل ونحل شہرستانی۔

جو وہاں باندھ دیا گیا، پھر ارشاد ہوا کہ میرا ناقہ غضبا لاؤ وہ بھی بلال لائے۔ پھر فرمایا کہ اے بلال میری بردیمانی سحاب لاؤ اسے لاکر حاضر کی، پھر فرمایا کہ میرا تازیانہ ممشوق لاؤ، تازیانہ بھی بلال نے حاضر کیا، المختصر باری باری ایک ایک چیز کا نام لیتے تھے، یہانتک کہ وہ پٹکا طلب کیا جس سے بوقت جنگ کمر مبارک کو باندھا کرتے تھے، بعد ازاں اپنی انگوٹھی انگشت مبارک سے اُتار کر جناب امیر کو عطا فرمائی اور ارشاد کیا کہ اے علیؑ یہ تمام چیزیں لے جاؤ اور مہاجرین و انصار کے روبرو اپنے گھر رکھ آؤ کسی شخص کو اختیار نہیں ہی کہ ان چیزوں میں میرے بعد تم سے جھگڑہ کرے، پس امیرالمومنین گئے اور وہ سب چیزیں اپنے گھر رکھکر واپس آگئے[۱] اور اس نوعیت سے آپ نے چارج خلافت علی مرتضیٰ کے سپرد فرمادیا۔

اگرچہ حضرتؐ نتیجہ کے بھی جاننے والے تھے جیسا کہ خدا کا ارشاد حضرت نے ظاہر فرمایا تھا کہ علیؑ بلا میں مبتلا کیا جائے گا اور اس سے آزمایش لوگونکی مقصود ہے تاہم یہ تمام کارروائیاں بھی اسی لئے بحکم خدا تھیں تاکہ جسے نجات پانا ہے وہ ایک حجت کے ساتھ نجات پاجائے اور جسے ہلاک ہونا ہے وہ ایک حجت کے ساتھ ہلاک ہوجائے، اور لوگونکی آزمایش جو مقصود خدا تھا وہ بھی ہوجاے۔

عین یوم وفات کے واقعات عین ۲۸ صفر یوم انتقال آنحضرت نے جناب سیدہؑ سے کہا کہ میرے فرزند کہاں ہیں لاؤ جناب سیدہ حسنین علیہما السلام کو لائیں، دونوں بچے اپنے نانا عاشق کو اس حال میں دیکھکر رونے لگے، حضرت بھی رونے لگے اور ہر کوئی جو اُس گھر میں تھا رونے لگا، جناب اُم سلمہ کے جواب میں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میرا گریہ بہ سبب شفقت کے ہے کہ میرے بعد انکا کیا حال ہونیوالا ہے[۲]

---

[۱] مودۃ القربیٰ ہمدانی وغیرہ۔

[۲] حبیب السیر و معارج النبوۃ و مدارج النبوۃ جلد ۲۔

علی مرتضیٰ کو آنحضرت کی وصیتیں

اسی موقع پر آنحضرت کی خدمت میں علیؑ مرتضیٰ طلبیدہ حاضر ہوئے
اور سرہانے بیٹھکر آنحضرت کا سر اقدس اپنے زانو پر رکھا۔ آپ نے فرمایا کہ یا علی فلاں
یہودی کا اس قدر روپیہ مجھپر قرض ہے جو واسطے تیاری لشکر اسامہ کے لیا تھا تم اُسکو
ادا کرنا، اور تمہیں مجھکو غسل دینا اور میری شرمگاہ کو چھپانا تاکہ نظر کسی کی نہ پڑے ورنہ وہ
نابینا ہو جائیگا، اور حلقہ گوش و ناف میں جو پانی جمع ہو جائے اُسکو تم پی لینا تاکہ جمیع
پیغمبروں کی میراث تمکو ملجائے اور اسکا ہر قطرہ دریائے معرفت اور ولایت تمہارے
لئے ہوگا[1]، اور اے بھائی تم اول وہ شخص ہوگے جو حوض پر میرے پاس پہونچوگے[2]
اور بعد میرے (جیساکہ پہلے بھی لکھ چکا ہوں) تمکو مکروہات پہونچینگے مگر تم تنگ دل
نہونا اور صبر کرنا، اور لوگ دنیا اختیار کرینگے تم آخرت اختیار کرنا[3] اور یا علی تمہاری منزلت
مثل کعبہ کے ہے کہ لوگ اُس کے پاس آتے ہیں اور وہ کسی کے پاس نہیں جاتا، پس
اگر قوم تمہارے پاس آکر امر خلافت کو تمہارے سپرد کرے تو تم قبول کرنا اور اگر قوم نہ آئے
تو تم ہرگز نہ جانا یہانتک کہ خود قوم تمہارے پاس آئے[4]، اور تم اُس امر کا بھی خیال رکھنا
جیساکہ میں صحابہ کے قریب العہد جاہلیت ہونے کی وجہ سے کعبہ کو، اُسکی اصلی بنا پر کہ جو
بنا ءِ جناب ابراہیم تھی، قایم نہ کرسکنے اور اُسکو اُسکی حالت پر چھوڑنے کے متعلق لکھ چکا
ہوں[5]، اور تمہاری مثال لوگوں میں ایسی ہے جیسے قرآن میں قل ہو اللہ کی[6]، اور
تمہیں باب حطہ ہو (یعنی گناہوں کے کفارہ کا دروازہ) جو داخل حطہ ہوگا وہ مومن ہی
اور جو اس سے خارج ہے وہ کافر ہے[7]،
یہ ہدایت فرما کے آنحضرت نے خدا سے دعا کی کہ بار الٰہا میں اپنے اہلبیت کو تجھے
سپرد کرتا ہوں اور ان کو ہر مومن کے لئے ودیعت چھوڑتا ہوں[8]، اور علی مرتضیٰ کے لئے

---

[1] حبیب السیر و معارج النبوۃ جلد ۲ [2] مدارج النبوۃ [3] اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ لابن اثیر جزری [4] ...
[5] فردوس الاخبار دیلمی [6] دارقطنی [7] ابن عساکر [8] تحفہ اثناعشری باب ۴ ص ۳۴۳

دعا کی کہ "خدایا رحم کر علی پر اور حق کو اُسکے ساتھ پھیر دے جسطرف کو کہ وہ پھرے۔"[۱]

آنحضرت کا علی مرتضیٰ کو اسرار سپرد کرنا اور وفات شریف۔۔

میں آنحضرت کے انتقال کے واقعات کو نہیں لکھونگا، بجز اُس حدیث کے جو آخری ہے اور جسکا تعلق علیؑ مرتضیٰ سے ہے، اور جس کو متعدد طرق سے ناقدین فن حدیث نے لکھا ہے، کہ حضرت نے عین بوقت انتقال علیؑ مرتضیٰ کو بلایا اور تخلیہ کیا بجز جناب سیدہ اور سب کو حجرہ سے باہر چلے جانے کا حکم دیدیا، علیؑ مرتضیٰ کو رسالتماب نے اپنے سینہ پر لے لیا اور اوپر سے چادر اوڑھ لی گئی، اور اسرار سپرد کر کے آنحضرت نے رحلت فرمائی[۲] انا للہ وانا الیہ راجعون۔

علیؑ مرتضیٰ نے تھوڑی دیر میں باہر آکر آنحضرت کی خبر وفات بیان کی، اور لوگوں کے دریافت کرنے پر، بوجہ اس کے کہ سب کو آنحضرت نے باہر جانیکا حکم دیدیا تھا اور تخلیہ فرمایا تھا، علی مرتضیٰ علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ "ہاں بطور راز آنحضرت نے مجھکو ایسے ہزار باب علم کے تعلیم فرما دیئے یا کھولدیئے کہ جس کے ہر باب سے ہزار باب علم کے مجھپر اور کشادہ ہو گئے۔"[۳]

حدیث من کنت مولاہ کی نسبت بعض تاریخی حالات

امیر المومنین علیہ السلام کا مولائے مومنین و مومنات ہونا اس کثرت کے ساتھ روایت ہوا ہے کہ بعض اکابر علما نے اُن کثرت طرق کو جب جمع کیا تو بڑے بڑے

---

[۱] تحفہ اثنا عشری باب ۷، صفحہ ۲۴۳ [۲] دارقطنی در کتاب الافراد و اخطب خوارزم در مناقب، و مسند ابو یعلیٰ۔ و محب طبری در ذخائر العقبیٰ و ریاض النضرہ و مسند امام احمد حنبل و باختلاف الفاظ امام نسائی [۳] زین الفتی عاصمی و لآلی مصنوعہ علامہ جلال الدین سیوطی۔

نیخم مجلدات ہوگئے ہیں، جہانتک محققین نے تحقیق کیا ہے تو یہ پایا گیا ہے کہ سب سے اول امام ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید الطبری متوفی ۳۱۰ھ نے جن کی مشہور تاریخ تاریخ الرسل والملوک ہے اور جو جرمن میں طبع ہوکر ہندوستان کے اکثر کتب خانوں میں موجود ہے، اور جن کی علامہ جلال الدین سیوطی نے کتاب التنبیہہ میں باسناد توثیق کی ہے، حدیث من کنت مولا پچہتر طریقوں سے روایت کرکے ایک مستقل رسالہ موسوم کتاب الولایہ لکھا، جس کے کثرت طرق کو دیکھکر حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں بذیل اسی حدیث کے یہ لکھا ہے کہ "محمد بن جریر طبری نے ایک رسالہ تالیف کیا ہے میں اُس کے کثرت طرق کو دیکھکر بیہوش ہوگیا"

دوسرا رسالہ موسوم حدیث الموالاۃ، ابن عقدہ کوفی نے، جن کی توثیق حافظ خطیب نے تاریخ بغداد میں کی ہے ۳۳۰ھ میں لکھا اور ایکسو اٹھائیس طریقوں سے اس حدیث کو روایت کیا، چنانچہ حافظ ابن حجر صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں کہ "اس حدیث کو ترمذی اور نسائی نے روایت کیا ہے اور اس کے بعد بہت سے طریقے ہیں، ابن عقدہ نے اس کے طریقوں کو ایک کتاب میں جمع کیا ہے جس کی سندین اکثر صحیح اور حسن ہیں"

تیسرا رسالہ بارہ جزو کا موسوم بہ "دعاۃ الہداۃ" علامہ ابوالقاسم عبیداللہ الحکانی ۴۷۰ھ نے لکھا۔

پھر ایک رسالہ الموسوم بہ درایہ حدیث الولایہ،، سترہ جزو کا ابوسعید مسعود بن ناصر السنجری السجستانی متوفی ۴۷۷ھ نے لکھا جس میں ایکسو بیس صحابیوں سے اس حدیث کو روایت کیا ہے"

پھر ایک رسالہ میں اس حدیث کے طریقوں کو حافظ شمس الدین ذہبی المتوفی ۷۴۸ھ نے جمع کیا جنکا ذکرہ مفتاح کنز الدقائق میں بسلسلہ بیان صحیح عبداللہ بن حاکم، انہوں نے کیا ہے۔

اسکے علاوہ اور ائمہ حدیث نے ان سے بھی بڑھکر اس حدیث کے طریقوں کو جمع کرنے
میں اہتمام کیا ہے، چنانچہ ابن کثیر شامی نقل کرتے ہیں کہ " ابو المعالی جوینی تعجب کیا کرتے تھے
اور کہا کرتے تھے کہ مینے بغداد میں صحافوں کے پاس اس حدیث کی روایتوں کے متعلق،
ایک ضخیم جلد دیکھی، اسپر لکھا تھا کہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ، کے طریقوں کے متعلق یہ
اٹھائیسویں جلد ہے اسکے بعد انتیسویں جلد لکھی جائیگی "۔

کثرتِ طرق سے مروی ہونیکا سبب

یہ حدیث جس کثرتِ طرق سے روایت ہوئی ہے، وہ ہرگز قابل استعجاب نہیں بلکہ
اس کثرت طرق کو دیکھکر آئمہ احادیث کا تعجب، غش اور غشغش کرنا، درحقیقت تعجب خیز
امر ہے، اس حدیث کے بیان کے وقت ایک لاکھ بیس ہزار تو صرف وہ حجاج تھے جو
مدینہ سے انحضرت صلعم کی رکاب سعادت انتساب میں مکہ آئے تھے پھر علی مرتضیٰ کے
یمن والے قافلہ کی تعداد اور ان مسلمانوں کی تعداد کو ملاحظہ کرنا چاہیئے جو اور اور اطراف و
جوانب سے آئے تھے، پھر حوالی جحفہ کے یہود اور نصرانی جو اس موقع پر بلائے گئے تھے
اُن کی تعداد کو دیکھو، اور پھر اس امر کو بھی دیکھو کہ بحکم پیغمبر صلعم الگ الگ ہر متنفس نے،
امیر المومنین کو، امیر المومنین کہکر مبارک باد دی تھی اور پھر غور کرو کہ ایسی حالت میں
تعجب اس امر کا کیوں نہونا چاہیئے کہ کیوں یہ حدیث اُس کثرت طرق کے ساتھ
مروی نہیں ہوئی جو کثرت اُس مجمع کی تھی جس کے روبرو یہ حدیث بیان کی گئی تھی؟ میں
یقین کرتا ہوں کہ اصلی کثرت طرق سے اس حدیث کے مروی ہونے کا ذخیرہ اگر محفوظ
ہوتا تو بالضرور اُس کو دیکھکر، معلوم کتنے آئمہ احادیث بجائے بیہوش ہو جانے کے خدا گنج
کو سدھار جاتے۔

اُن صحابہ کے نام جو راوی اس حدیث شریف کے ہیں

ابوبکر بن ابی قحافہ	عمر بن الخطاب	عثمان بن عفان	علی ابن ابی طالب	زبیر بن العوام
سعد بن وقاص	عباس بن عبدالمطلب	حسن بن علی	حسین بن علی	عبداللہ بن عباس
عبداللہ بن جعفر	عبداللہ بن مسعود	عمار بن یاسر	ابوذر جندب بن جنادہ	سلمان فارسی
سعد بن زرارہ انصاری	خزیمہ بن ثابت انصاری	ابوایوب انصاری	طلحہ بن عبداللہ	عبدالرحمن بن عوف
عثمان بن حنیف	حذیفہ بن الیمان	عبداللہ بن عمر	البراء بن عازب انصاری	رفاعہ بن رافع انصاری
سمرہ بن جندب	سلمہ بن الاکوع	زید بن ثابت انصاری	ابویعلیٰ انصاری	ابوقدامہ انصاری
سہل بن حنیف	سہل بن سعد انصاری	عدی بن حاتم الطائی	ثابت بن زید بن ودیعہ	کعب بن عجرہ انصاری
ابوالہیثم بن التیہان انصاری	ہاشم بن عتبہ ابی وقاص زہری	مقداد کندی	عمر بن ابی سلمہ	عبداللہ بن ابی اسید المخزومی
عمران بن حصین الخزاعی	بریدہ بن الحصیب الاسلمی	ابوسعید الخدری	جابن عبداللہ الانصاری	جریر بن عبداللہ البجلی
زید بن ارقم انصاری	حذیفہ بن الاسید	عمرو بن الحمق الخزاعی	زید بن حارثہ انصاری	مالک بن حویرث

ابوسلیمان خابر بن سمرہ السوائی	عبداللہ بن ثابت انصاری	حبشی بن جنادہ السلولی	ضمیرہ الاسیدی	عبیداللہ بن عازب انصاری
عمرو بن مُرۃ	عبداللہ بن اوفی الاسلمی	زید بن شراحیل انصاری	عبیداللہ بن بشر مازنی	نعمان بن عجلان انصاری
عبدالرحمن بن نعیم الدیلمی	ابوکمرا خادم رسول اللہ	ابوفضالہ انصاری	عطیہ بن بشر مازنی	عامر بن ابی لیلیٰ
ابوطفیل عامر بن واثلہ	عبدالرحمن بن عبدالرب	حسان بن ثابت	سعد بن جنادہ عوفی	عامر بن عمیر عوفی
عبداللہ بن یامیل	حبہ بن جوین العرنی	عقبہ بن عامر جہنی	ابوذویب الشاعر	ابوشریح الخزاعی
ابوجحیفہ وہب بن عبداللہ	ابوامامہ الصدی بن عجلان باہلی	عامر بن لیل بن حمزہ	جندب بن سفیان العلقی	اسامہ بن زید بن حارثہ کلبی
سشی بن الحرب	قیس بن ثابت بن شماس	عبدالرحمن بن مدلج	حبیب بن بدیل بن ورقہ	انس بن مالک
ابوہریرہ الدوسی	فاطمہ بنت رسول اللہ	عائشہ بنت ابوبکر	ام المومنین ام سلمہ	ام ہانی بنت ابیطالب
فاطمہ بنت حمزہ بن عبدالمطلب	اسماء بنت عمیس الخثعمیہ	جبلہ بن عمرو انصاری	ابوبرزہ نضلہ بن عبید	ابورافع غلام رسول اللہ
ابوحمزہ بن عمرو بن محض انصاری	ناجیہ بن عمر الخزاعی	ابوزینب بن عوف انصاری	یعلی بن مرۃ ثقفی	سعید بن سعد بن عبادہ انصاری
		ابوسریحۃ الغفاری		

مذکورہ بالا ایکسو ایک راویوں کے نام کے بعد ابن عقدہ نے اور اٹھائیس صحابیوں کا ذکر کیا ہے جنکے نام نہیں لکھے ہیں۔

ہر طبقہ کے محدثین کا حدیث غدیر کو روایت کرنا

یہ حدیث دوسری صدی ہجری سے اسوقت تک برابر ہر طبقہ کے محدثین کی جماعت کثیر میں روایت ہوئی ہے جنکے اسماء محققین نے معہ سنین وفات تحقیق کئے ہیں مگر اس مختصر رسالہ میں بجز گوشوارہ ذیل کے تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔

کونسی صدی میں	کتنے محدثین نے	کونسی صدی میں	کتنے محدثین نے	کونسی صدی میں	کتنے محدثین نے	کونسی صدی میں	کتنے محدثین نے	کونسی صدی میں	کتنے محدثین نے
۲	۸	۳	۳۵	۴	۲۰	۵	۱۵	۶	۱۳
۷	۱۳	۸	۱۵	۹	۱۱	۱۰	۸	۱۱	۱۰
۱۲	۱۴	۱۳	زیر تحقیق ہے		۱۴	ختم صدی پر کوئی محقق تحقیق کریگا			

حدیث غدیر کی صحت کی نسبت بعض آئمہ احادیث کے ریمارک

(ﷺ)

مرزا محمد معتمد خاں "نزل الابرار" میں حدیث غدیر کو ذکر کرنیکے بعد کہتے ہیں کہ "یہ حدیث صحیح اور مشہور ہے اسکی صحت میں متعصب منکر کے سوا کسی نے کلام نہیں کیا ہے اور ایسے شخص کی بات کا اعتبار نہیں ہے"

شمس الدین محمد بن محمد الجزری صاحب حصن حصین اسنی المطالب میں لکھتے ہیں کہ "اس حدیث کی تضعیف کرنیوالے کا اعتبار نہیں کیونکہ اُس کو علم حدیث میں کچھ بھی خبر نہیں ہے"۔

حافظ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں بذیل تذکرہ عبداللہ حاکم صاحب مستدرک، تحریر فرماتے ہیں کہ "وہ حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ کے لئے بہت طریقے کہرے ہیں میں نے ایک مستقل رسالہ میں تفرید کی ہے۔"

ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں کہ "وہ بیشک یہ حدیث صحیح ہے جس میں کسی طرح کا شبہہ نہیں ہے بعض حافظانِ حدیث نے اسکو متواترات میں سے شمار کیا ہے۔"

حافظ جمال الدین عطاء اللہ بن عبدالرحمٰن شیرازی نیشاپوری اربعین میں لکھتے ہیں کہ "یہ آنحضرت سے متواتر روایت ہوئی ہے، ایک جماعت کثیر اور بڑے گروہ نے اُسکو روایت کیا ہے۔"

علامہ ضیاء الدین صالح بن مہد المقبلی کتاب ابحاث مُسَدّدہ، میں فرماتے ہیں کہ "وہ انہی احادیث کی قسم میں سے وہ حدیث ہے جو جناب علیؑ کے قطعی جنتی ہونے کی نسبت وارد ہوئی ہے جو اپنی حد میں بمعنی متواتر ہے، اور حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ، اُن احادیث میں سے ہے جو نہایت صحیح اور مشہور روایات ہیں۔"

عبدالرؤف مناوی، تیسیر شرح جامع الصغیر مصنفہ سیوطی، میں فرماتے ہیں کہ "وہ اس حدیث کو امام احمد حنبل وغیرہ محدثین نے روایت کیا ہے اور امام احمد حنبل کے تمام راوی ثقہ ہیں، بلکہ مؤلف جامع صغیر کہتے ہیں کہ یہ حدیث متواتر ہے اور علی بن احمد بن نور الدین محمد بن ابراہیم العزیزی نے بھی سراج المنیر شرح جامع الصغیر میں اسکا اسی طرح ذکر کیا ہے۔

اس حدیث کو حافظ جلال الدین سیوطی نے فوائد متکاثرہ اور ازہار المتناثرہ میں لکھا ہے، اور علی متقی نے مختصر قطف الازہار میں لکھا ہے اور اِن دونوں کتابوں میں دونوں مصنفوں نے احادیث متواترہ کے جمع کرنیکا التزام کیا ہے۔"

حافظ نور الدین الحلبی انسان العیون میں لکھتے ہیں کہ "یہ حدیث صحیح ہے جنہوں نے

اس میں قدح کی ہے اُن کے اقوال قابلِ التفات نہیں۔

حافظ احمد بن محمد العاصمی زین الفتیٰ میں فرماتے ہیں کہ "اس حدیث کو امت نے قبول کیا ہے اور یہ حدیث اصول کے بالکل موافق ہے۔"

حافظ محمود بن محمد علی الشیخانی القادری المدنی صراط السوی میں فرماتے ہیں کہ "حافظ ذہبی کا قول ہے کہ یہ حدیث حسن ہے اور جیسے کہ ہم نے ذکر کیا ہے اس پر جمہور اہلسنت کا اتفاق ہے۔"

حافظ ابوالقاسم فضل بن محمد فرماتے ہیں جیسا کہ فقیہہ ابن المغازلی مناقب میں لکھتے ہیں کہ "یہ حدیث آنحضرت سے نہایت صحت کے ساتھ روایت ہوئی ہے اور سو آدمیوں نے اس حدیث کو آنحضرت سے روایت کیا ہے، پس کوئی قسم کی علت اس میں نہیں پاتا، جناب علیؑ اس فضیلت میں یکہ ہیں کوئی صحابی آپ کا اس میں شریک نہیں ہے۔"

خاتم المحدثین حافظ ابن حجر صواعق محرقہ میں رقمطراز ہیں کہ "من کنت مولاہ فعلی مولاہ کی حدیث کو ترمذی اور نسائی نے روایت کیا ہے۔ اور اس حدیث کے طریقے کثرت سے ہیں، ابن عقدہ نے ایک مستقل کتاب میں اُن کو جمع کیا ہے اور اکثر سندیں صحیح اور حسن ہیں۔"

شیخ عبد الحق محدث دہلوی لمعات شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں کہ "یہ حدیث صحیح ہے اس میں کسی طرح شبہہ نہیں ہے اور محدثین کی ایک جماعت نے مثل ترمذی نسائی اور امام احمد حنبل کے اس کی تخریج کی ہے اور اس حدیث کے بہت سے طریقے ہیں، سو صحابیوں نے اس کو روایت کیا ہے اور امام احمد حنبل کی ایک روایت میں ہے کہ اسکو آنحضرت سے تیس صحابیوں نے سنا ہے اور جبکہ اپنے ایام خلافت میں حضرت علیؑ نے تنازع کیا تھا تو اُن لوگوں نے اس حدیث کی نسبت گواہی دی تھی اور اس کی سندیں اکثر صحیح اور حسن ہیں اور جس شخص نے اس کی صحت میں کلام کیا اُس کے قول کا

اعتبار نہیں ہے۔

مرزا مخدوم بن سید عبدالباقی نواقض الروافض میں کہتے ہیں کہ "اگر تو مجھ سے حدیث غدیر متواتر کی نسبت سوال کرے تو میں تجھ سے اس کا ملخص بیان کرتا ہوں"

محمد بن اسمٰعیل بن صلاح الامیر یمنی الصنعانی کتاب روضۃ الندیہ میں تحریر کرتے ہیں کہ "حدیث غدیر اکثر ائمہ کے نزدیک متواتر ہے"

مولانا محمد صدر عالم معارج العلیٰ میں فرماتے ہیں کہ "آگاہ ہو کہ حدیث من کنت مولا حافظ سیوطی کے نزدیک متواترات سے ہے جیسا کہ موصوف نے قطف الازہار میں لکھا ہے۔ میں اس حدیث کے طریقوں کو شمار کر کے دکھاتا ہوں تاکہ اس کا متواتر ہونا واضح ہو جائے، پس میں کہتا ہوں کہ امام احمد، اور حاکم ابن عباس سے، اور ابن ابی شیبہ اور احمد، اُن سے اور بریدہ سے، اور احمد اور ابن ماجہ براء بن عازب سے، اور طبرانی اور ابن جریر اور ابو نعیم جندب انصاری سے، اور ابن قانع حبشی ابن جنادہ سے" اور ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث اقسام حسن اور غریب میں سے ہے اور نسائی اور طبرانی اور ضیاء مقدسی، ابوطفیل، سے اور ابوطفیل زید بن ارقم اور حذیفہ بن الاسید الغفاری سے اور ابن ابی شیبہ اور طبرانی ابو ایوب سے، اور ابن ابی شیبہ اور ابن ابی عاصم اور ضیاء سعد بن ابی وقاص سے، اور شیرازی القاب میں عمر بن الخطاب سے، اور طبرانی مالک بن حویرث سے، اور ابو نعیم فضائل صحابہ میں، یحییٰ بن جعدہ نے اور وہ زید بن ارقم سے)، اور ابن عقدہ کتاب الموالات میں حبیب بن بدیل بن ورقہ، اور قیس بن ثابت، اور زید بن شراحیل انصاری سے، اور احمد جناب علیؑ اور دیگر ۱۳ صحابیوں سے اور ابن ابی شیبہ جابر سے، روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں پس اس کا علی بھی مولا ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی سیف المسلول میں رقمطراز ہیں کہ "این حدیث بدرجۂ تواتر رسیدہ است و از شصت کس از اصحاب، از انہا علی، و ابو ایوب و زید بن ارقم، و براء بن عازب، و عمرو بن مرۃ، و ابو ہریرہ، و ابن عباس، و عمارہ بن بریدہ، و سعد بن ابی وقاص، و ابن عمر، و انس، و جریر بن عبد اللہ البجلی، و مالک بن حویرث، و ابو سعید الخدری، و طلحہ، و ابو الطفیل، و حذیفہ بن الاسید، و غیرہ مروی گشتہ و جمہور محدثین این حدیث را در صحاح و سنن و مسانید روایت کردہ اند"

مولا کے معنی میں چینداور دہاندلی

اس حدیث کے تمامی طرق کا احصا اگرچہ مشکل امر ہے مگر یہ مختصر رسالہ بجز اُس خطبۂ غدیر کے جو توضیح الدلائل سے لکھا جاچکا ہے اور کسی طریقہ روایت کے بہ لفظہ نقل کی گنجایش نہیں رکھتا، میں اسی قدر کہونگا کہ اُن تمام صحابیونکی روایات میں، جن کے اوپر نام لکھے ہیں، آنحضرت کا ارشاد "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" بلا اختلاف روایت کیا گیا ہے۔ یعنی آنحضرت نے ارشاد فرمایا جسکا میں مالک اور آقا ہوں اسکا علی بھی مالک اور آقا ہے۔

اختلاف جو کچھ ہے وہ صرف لفظ مولا کے معنی میں ہے، اور جہاں جہاں آیات قرآنیہ میں اور لغت میں اسکے معنی مستعمل ہوئے ہیں اُنپر بحث کی گئی ہے اور بجز سید المطاع یعنی اولی بالتصرف اور حاکم اور امیر اور آقا ہونے کے اور کوئی معنی اس حدیث میں لفظ مولا کے ٹھیک نہیں بیٹھتے۔ اور جسکی تائید واقعات تاریخی سے بھی کی گئی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اکثر والیان ملک نے اپنے لئے لقب ہی امیر کا قبول کیا ہے جیسے امیر کابل، امیر بخارا وغیرہ یعنی بادشاہ کابل اور بادشاہ بخارا، جس سے مراد اپنے اپنے حدود میں سب کا حاکم اور سردار اور اولی بالتصرف ہوتا ہے۔

علاوہ اسکے خود مقام غدیر کا اشہر ہونا، اُسی نوعیت سے کہ جیسے واقعات عظیمہ کی وجہ سے شہرت مقامات کی ہوجاتی ہے، اور آیۂ الیوم اکملت لکم دینکم میں الیوم کی تخصیص سے کسی خاص یوم کا پتہ، کافی دلیل ہے اسبات کی کہ سرزمین غدیر پر کسی خاص دن بمذہب اسلام کے کسی واقعہ عظیمہ کا ظہور ہوا، اور وہ واقعہ عظیمہ سوائے علی مرتضی کی مولائیت و امامت بعد نبی، کے اعلان کے اور کچھ نہیں ہوسکتا ہے۔

کیونکہ اُسی دن سے (میں کہہ سکتا ہوں کہ یہ بھی منجانب الٰہی ایک امر ہے کہ) بیادگار مولائیت علی مرتضیٰ خدائی فقیر بھی، مولا علیؑ، مولا علیؑ، کی صدائیں لگانے لگے۔ اور مسلمانوں میں بھی بیادگار نص امامت علی مرتضیٰ، امام،، کا لفظ علی کے ساتھ منضم ہوکر بچوں کا نام ہی۔ امام علی۔ اور علی امام رکھا جانے لگا۔ اس لئے میں ضرورت نہیں سمجھتا کہ رسالہ ہذا میں یہ بحث تفصیل کی جائے۔ اور اس لئے بھی میں غیر ضروری سمجھتا ہوں کہ جس قدر معنی مولا کے آیات یا لغت میں آئے ہیں اُن کا انطباق پہلے حضرت رسالتمآب صلعم پر کرنا چاہئے کیونکہ جس میں حضرت نے اپنی نسبت تمام امت کا، مولا، ہونا فرمایا ہے یا مسلمانوں سے اپنے اولیٰ ہونے کا اُن کے نفوس پر جس معنی میں اقرار لیا ہے، اُسی معنی و مقصود میں علی مرتضیٰ علیہ السلام کا تمام اُمت کے نفوس پر جس میں حاضرین موقع غدیر شامل تھے، مولا ہونا فرمایا ہے، لیکن افسوس ہے کہ ،،من کنت مولاہ فعلی مولاہ کے معنی تو بلا اختلاف اولیٰ بالتصرف ہونے کے لئے جاتے ہیں، اور حدیث کے دوسرے ٹکڑے۔ فعلی مولا، میں جو مولا ہے اس کے اولیٰ بالتصرف ہونے کے معنی، قبول کرنے میں چنید کی جاتی ہے۔

میں جناب مولانا شاہ علی حسین صاحب چشتی جائسی سجادہ نشین کے ایک مشہور قصیدہ کا شعر لکھکر رسالہ کو ختم کرتا ہوں جو حقیقت میں مولا کے معنی اختلافی بحث کا فیصلہ ہے۔ وہ فرماتے ہیں

شعر

،،عبث در معنی من کنت مولا، میروی ہر سو
علی مولا باین معنی کہ پیغمبر بود مولا،،

———×(۵)×———

۱۲- ذی الحجہ سنہ ۱۳۲۱ھ یوم شنبہ
مطابق یکم مارچ سنہ ۱۹۰۴ء
بمبئی

خاکسار
محمد زکی قزلباش

تاریخ تحریر

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

قصیدۂ نو در تہنیت عید غدیر و منقبت جناب امیر علیہ السلام،

تبقابل محامد جناب یوسف ؑ

از

ممتاز الشعراء جناب داروغہ کاظم حسین حنان لکھنوی،

حریم کعبۂ حسنِ بتاں میں معتکف ہے دل	نصیحت گر تجھے بیجا دراندازی سے کیا حاصل
مزاجِ زہد خصلت پوچھ لیں گے آ کے ہم ہمدم	کسی مستِ شرابِ ناز پر جب ہو گا تو مائل
جنونِ عشق سے قسمت کو برگشتہ تو ہونے دے	کھلے گا تیرے عمامہ کا سب پر عقدۂ مشکل
تعلقہائے پنہاں کی کشش پیدا تو ہو جائے	عبا کیا تئے ہر پرزے سے ہو گا دامانِ دل بسمل
تجھے کیا معرفت اسرارِ حسنِ عالم آرا کی	کہاں تو اور کہاں تدبیرِ حلِ عقدۂ مشکل
ارے او عقل کے دشمن تجھے سمجھائے کیا کوئی	کہ تو برہانِ نقلی سے ہے حسن و قبح کا قائل
بہ حسنِ خیر ذکر اس کا کتاب اللہ میں آیا	رہے گا محو درسِ جہل آخر کب تک او غافل
خدائے شوق او پیغمبرِ نفس اس کے عارف ہیں	امامِ عشق ہے یہ اہلِ دل کا مرشدِ کامل

تھے ایسے سیکڑوں خضر طریقت ایک مدت تک
رہے غرق محیط غم نہ پہونچے تا سر ساحل

ہزاروں شل تیرے عیسے دوراں رہا نہیں
فنا ہی ہو گئے لیکن نہ پایا جادۂ منزل

بہت سے یوسف بے کارواں تیری ہی صورت کے
عدم کے قافلے سو جا کے آخر ہو گئے شامل

یہ وہ مخلوق ہے پیدا ہوئی جس سے قدرت خالق
یہ وہ مصنوع ہے عرفان صانع جس سے ہے حاصل

کسی نے بھی نہ پایا حسن کی کنہ حقیقت کو
ہر اک کی قدرت ادراک ٹھیری سعی لاحاصل

یہی سیمائے آدم میں تجلی بخش عالم تھا
پئے سجدہ ملائک کو اسی نے کر دیا مائل

اسی کا نام اک وہ بھی ہے جسکو نور کہتے ہیں
یہی تھا محفل صبح ازل میں شامل و داخل

یہی ہے مفتی احکام شرع جذبۂ اُلفت
یہی دار القضائے عاشقی کا قاضی عادل

کبھی عزلت گزیں ہے شرم سے یہ چشم خوباں میں
کبھی تیر نظر بنکر نکلتا ہے سر محفل

کبھی اس کی ہوائے دامن تیغ تغافل ہے
کسی کا خون ناحق ہے بہار کوچۂ قاتل

چراغ راہ جذب شوق اسی کی جلوہ تابی ہے
یہی تھا لیلۃ المعراج میں شکل مہ کامل

یہی تو وجہ تاثیر کلام لن ترانی تھا
کلیم شوق اسی کے در کا اک ادنیٰ تھا سائل

دم گریہ یہی مضمر تھا چشم پیر کنعاں میں
اسی کے رعب نے یوسف کو شاہی کی کیا قابل

یہ وہ ظالم ہے مارا جسکا پانی مانگے کیا ممکن
اسی کا بھر رہے ہیں دم اسیران چہ بابل

دکھاتا ہے یہ جو اپنا معجزہ عود جوانی کا
زلیخا کی اداؤں سے زنان مصر ہوں گھایل

ہوا تاباں اسی سے نجم اقبال ید بیضا
یہ ہے تسخیر ناز دشمنی کا عامل کامل

اسی کے ہاتھ میں دارو شفائے بیمار محبت ہے
یہی ہے چارہ ساز شدت بیتابی بسمل

اسی کے دم سے ہے چرچا وفا و بیوفائی کا
یہی تقریر دلکش ہے پئے رنگینی محفل

کبھی غربت میں مجنوں کا معین شوق نظارا
اُٹھا دیتا ہے لیلی کا کبھی خود پردۂ محمل

کبھی ہے حلقہ ہائے کاکل پیچاں میں پوشیدہ
کبھی ہے طول ہو کر گیسوئے دلدار میں شامل

کسی جا کر کبھی آئینۂ رنگ بہاری ہے
کبھی رکھا ہے برگ گل میں ہے مانند خول داخل

جہانِ عشق کی فرمانروائی ہاتھ ہے اسکے — یہی ہے ہفت اقلیم وفا کا خسرو عادل
یہ ہے پیر طریقت راہِ وجدانِ حقیقت کا — اسی سے ہی دلِ صوفی کو چشم معرفت حاصل
اسی کے صدقے سے بندے کو دعوی انا اللّٰہی — فنا فی اللّٰہیوں کا بھی یہی ہے مرشدِ کامل
قریب آشنا بکار و تو رگِ جان سی صدا آئے — بعید آشنا نہ پہونچے عمر بھر کوئی سرِ منزل
اسی کی روشنی پھیلی ہے سیار و ثوابت میں — اسی کا نور ہے افلاکیوں میں رونقِ محفل
اسی کا جلوہ سیماب فطرت رقص زہرہ میں — دلِ زہاد جس سے صورت قبلہ نما بسمل
کہیں رخسار جاناں ہے اسکے ہاتھوں وقف نظارہ — کہیں پر اُسکے باعث سی ہوئی تاب نظر مشکل
جوابِ عارض دلبر اسی سے مہرِ تاباں ہی — یہی نامِ خدا ہے چہرہ پردازِ مہ کامل
اسی کے دم سے زندہ تذکرہ لیلی و شیریں کا — دلِ فرہاد مجنوں کا کبھی یہ دشمن و قاتل
کیا رائج اسی نے مذہب یوسف فروشی کو — اسی کا بندۂ بیدام ہے ہر عاشقِ بسمل
اسی کے جذب شوق دیدتے وہ زور دکھلایا — سرِ عشاق ہے اور پائے درباں درِ محفل
سمائے سُرخ ڈورے بنکے چشم مست ساقی میں — اگر اظہار رنگینی یہ اس کی طبع ہو مائل
یہی ساقی یہی بنت العنب ہے اور یہی ساغر — اسی کے ہاتھ سے رندونکو لطفِ دورۂ کامل
جہانِ شوق بنجائے جوابِ خانۂ مجنون — خدا نا کردہ یہ ظالم جو بربادی پہ ہو مائل
خمِ فرقت کا جتنا منظلہ ہے عشق کے سر ہی — بہاتا ہے یہی دریائے خوں نابِ دلِ بسمل
مرقعِ وصل اور فرقت کا تصویر خیالی تھا — جیو لائے محبت میں جو رنگ اسکا نہو شامل
گرفتار عذابِ دو جہاں ہے مبتلا اسکا — سزا وار اجل ہی اور نہ ہی جینے ہی کے قابل
بیاں اسکا غزل گوئی میں درد انگیز و دلکش ہے — قصیدہ گو کی خاطر باعث رنگینی محفل
کبھی یہ ہے ادائے چہرۂ معشوق میں ظاہر — تبسم ہائے پنہاں میں نمک بنکر کبھی شامل
اسی کے ہاتھ دارو ئے مریضِ دردِ ہجراں ہی — یہی بیمار فرقت کا طبیبِ حاذق و کامل
کبھی دیتا ہے چشمِ شوق کو فرصت نظارہ کی — کبھی بن تا ہے غمازِ نگاہِ عاشقِ بسمل

اسی کی ذات سے دنیا میں بنیادِ رقابت ہے
کہ اہلِ عشق ہیں اک دوسری کی جان کی قاتل

سکندر کو سکھائی تھی اسی نے آئینہ سازی
یہی تھا خوبرویاں جہاں میں جوہر قابل

یہی تو وجہ نیرنگِ طلسمِ وضع فطری ہے
شباب اور کم سنی کی درمیاں ہے اک حدِ فاصل

قبول اس سے دعائے عاشقانِ طالب بوسہ
یہی دشنامِ یارِ تند خو میں بھی رہا شامل

اگر یہ طول دے حالت کو اپنی زلف بنجائے
برنگِ خالِ دلبر ہو جو ہو ایجاز پر مائل

نشانِ سجدہ بنتا ہے کبھی سیمائے زاہد پر
کبھی یہ ہے سوادِ دیدہ ہائے عارفِ کامل

بشر پر ہو فرشتہ کا گماں اسکی کرامت سے
زنانِ مصر کیا کر دے یہ افلاطوں کو لا یعقل

برائے چاکِ پیراہن زلیخائے ہوس پیکر
کہیں ہے باعثِ افشائے رازِ عاشقِ بیدل

یہی ہے واضعِ قانون بیتابی محبت میں
یہی ہے ناسخِ آئینِ صبرِ عاشقِ بسمل

اسی سے مرجعیت ہے ہلالِ عید قرباں میں
اسی کی جلوہ تابی ہے میانِ خنجرِ قاتل

امامت میں شریک اسکو کیا یوں کلکِ قدرت نے
حسن کے نام سے تجنیسِ خطی ہو گئی حاصل

سفیدیِ بغل بنکر غدیرِ خم میں چمکا تھا
سرِ ممبر تھے ہمراہِ علی جب خسرو باذل

یہی تھا مظہرِ معنی ذو النورین صحرا میں
کہ کوئی نیرِ اعظم تھا اور کوئی مہِ کامل

یہی تھا موجِ طوفان خیز دریائے فصاحت کا
وفورِ جوش میں جب خطبہ خواں تھے سرورِ عادل

عبائیں پاؤں کے نیچے دبائے بیٹھے تھے مومن
وہ جلتی دوپہر کی دھوپ اور وہ نور کی محفل

میں ہوں جسکا کہ مولا یہ علی بھی اسکا مولا ہے
محمد ؐ کا یہ فرمان سن رہے تھے سب بگوشِ دل

پرِ روح الامیں کا چتر تھا فرقِ مبارک پر
مثالِ حکمِ بلغ ہو رہی تھیں رحمتیں نازل

مبارک حاجیوں کو حجِ اکبر اسکو کہتے ہیں
کہ مولا بھی ملا اور ہو گیا ایمان بھی کامل

علی ہے باعثِ حسنِ نزولِ آیۂ بلغ
علی ہے جانشینِ مسندِ پیغمبرِ عادل

دمِ نصف النہار آئیں شعاعیں مہر کی ٹر کر
دلوں میں سوزِ شوقِ حسنِ بیعت یوں ہوا داخل

ستاروں کی طرح روشن ہوئے عارض غلاموں کے
بنی ہے کہکشاں راہِ غدیرِ خم کی ہر منزل

ہوا ساقی کوثر جب غدیر خم میں بھی ساقی — تو میکش جوش میں انگڑائی لیکر ہو گئے بسمل

ذرا ہشیار محشر واعظِ شوق اترا ممبر سے — جو اہلِ بادہ نوشی میں رہی اب کونسی مشکل

چلے آتے ہیں میکش جذبۂ حسنِ اطاعت میں — بڑھے وہ ہاتھ بہر بیعت ساقی دریا دل

ہجوم آرزو تم سے اگر ٹلے ہو نہ سکتا ہو — پکارو دور سے ساقی کو بیٹھے ہو عبث غافل

بہا دے آج بحرِ بادۂ سرجوش ہاں ساقی — دلوں سے دور ہو جائے غبار دوریِ منزل

جدار کعبہ سے ٹکرائیں موجیں قلزم مے کی — تو ور جام سے ایسا اٹھے طوفان بے ساحل

دہان جام سے آوازۂ ہل من مزید آئے — لب مینا ہوں یوں گویا ہنیئاً ایہا السائل

نظر رکھنا ذرا اس دو دہر کے میکدے آنے پر — کہ گرمیِ خمارِ شوق سے بعید ہوں لایعقل

ابھی جانا بھی ہے بہرِ طوافِ کعبۂ الفت — بغیر نشۂ راہِ شوق میں ہو گی بڑی مشکل

ذرا سی پی کے مے دریا بہا دوں مدح مولا کی — پڑھوں وہ مطلع رنگیں کہ ہو بیہوش سب محفل

رسول طبع پر یوں وحی مضموں متصل آئے — کہ جیسے حکم بلغ جانب پیغمبر عادل،

علی اجزائے نورِ حسن کا وہ جوہر قابل
مہ برج نبوت جس سے ملکر ہو گیا کامل

وہ در پردہ جمالِ مرتضیٰ کی ایک جھلکی تھی — کیا تھا طور پر جس نے کلیم اللہ کو غافل

غدیر خم میں ہمراہ نبی یوں آ کے ممبر پر — نزول وحی میں جس طرح اسرارِ خدا شامل

سراپا حسن جسکو کہتے ہیں وہ یا علیؑ تو ہو — ترے جلوے کا ماخذ ہے جمالِ خالقِ عادل

بیاں کر دے اگر کافر بھی حسنِ ذکر حیدر کو — یہ ممکن ہی نہیں دونی نہ ہو رنگینیِ محفل

مبارک یا علی تجھکو دو عالم کی شہنشاہی — مبارک ہو ہمیں تکمیل دیں اے خسرو بادل

وصی مصطفیٰ منجانب اللہ تو ہے اے مولا — کسی کے اور دنیا بھر میں ہم ہرگز نہیں قائل

مبارک تمکو اے روح الامیں تو خلعت خدمت — علیؑ کے فیض سے جو آج مانگو تم کو ہو حاصل

زباں ہو کر کوثر یہ نغمہ سے ہے شادی میں — غدیر خم کی مے بھی آج مجھ میں ہو گئی شامل

تعجب کیا جدارِ کعبہ اس شادی میں بھی شق ہو — ہوئے شیر الٰہی نائبِ پیغمبرِ عادل
پھڑک اٹھا خوشی میں راہِ بیت اللہ کا جادہ — کہ آتا ہے شہنشاہ بنکے میرا سالکِ راحل
سراپا چشم ہیں اس شوق میں شمس و قمر دونوں — کہ دیکھیں آج حسنِ شانِ شاہِ آسماں منزل
جناں سے انبیا کی روحیں یہ کہتی ہوئی آئیں — ہمارے ترکِ اولیٰ کی بھی حل ہو یا علی مشکل
فرشتے یوں کھڑے ہیں تہنیت گو ہیگی حسرت میں — جنابِ بحر جیسے آ کے صف باندھیں سرِ ساحل
قصیدہ پڑھنے آئے اس ہوس میں ہیں شاعر بھی — کہ قصرِ خلد پائیں اور ہو قربِ خدا حاصل
مخاطب مومنیں اور حضرتِ حجت کا نائب ہے — وہ نائب مولوی ناصر حسین عالمِ عادل
وہ عالم جسکے چہرے نظارے سے یہ روشن ہے — کہ اسکے جد کا اک ادنا سا پرتو ہی ہو کامل
شگافِ خامہ جسکا حیدرِ صفدر کی نصرت میں — بنا ہے درمیاں میں حق و باطل کی حدِ فاصل
محقق وہ کہ جسکا ہند سے ہے طوس تک شہرا — ہمیشہ فیض جسکو بابِ شہرِ علم سے حاصل
سوادِ ادعائے دشمنِ دیں جسکے نکتہ سے — برنگِ تیرگیِ شامِ فرقت طولِ لاطائل
کرے ظاہر جو خاموشی میں یہ اقرار کے معنی — مخالف کو ہوا اسکے سامنے منھ کھولنا مشکل
بجوشِ منقبت اس عالمِ اعلم کی خدمت میں — پڑھوں وہ مطلعِ تازہ کہ آئے ہوش میں محفل

غدیرِ خم ہے تیرے ہاتھ میں ساقیِ دریادل
لگا دے آج بیڑا بادہ نوشوں کا سرِ ساحل

الا یا ایہا المحشر ذرا پھر مطلعِ رنگین — لبوں سے آ کے ملجائے مگر جامِ مہ کامل

جو ہو نظارۂ حسنِ علی بے پردہ و حائل
برنگِ برق کوہِ طور دل سینوں میں ہوں بسمل

علی وہ جوہرِ تاباں ہے شمشیرِ شجاعت کا — جسے اپنی مدد کو تیغ بھیجے خالقِ عادل
کہاں ہیں حضرتِ یوسف ذرا اب سامنے آئیں — جمالِ مرتضیٰ نے ساری دعوی کردئے باطل
خطابِ ماہِ کنعاں پر سزاوار اب نہیں نازش — علی کا نور ہے وجہِ تجلیِ ماہِ کامل

خیالِ و خواب تھا شمس و قمر نے گر کیا سجدہ
یہاں تو سیکڑوں شانِ خدائی کے ہوئے قائل

اگر اورنگ شاہی کی انہوں نے کی سلیمانی
مرے مولا نے پائی مسندِ پیغمبرِ عادل

نہ تھا بیجا اگر بل اُن کو تھا زورِ جوانی کا
یہاں بچپن کی قوت سے کیا ایشانکو گھائل

زلیخا کش اگر تیغِ نگہ پر ان کو نازش ہے
یہ تھے اللہ کی بھیجی ہوئی شمشیر کے حامل

ذرا سی بات پر واں سلب ہونا نورِ احمد کا
یہ سر سے پاؤں تک نورِ حبیبِ خالقِ عادل

جہادِ نفس اگر اُن سے ہوا بزمِ زلیخا میں
وصالِ زالِ دنیا پر نہ حضرت بھی ہوئے مائل

شمیمِ عطر پیراہن میں اُن کی تھی تو حیرت کیا
پسینہ میں یہاں بوئے گلِ شاداب تھی شامل

اگر اُن کی فدائی پیرِ کنعان اور زلیخا تھیں
یہاں شیدا رسول اللہ تھے اور خالقِ عادل

وہاں عہدِ شہنشاہی میں آفت تھی گرانی کی
یہاں دورِ سخاوت میں تھا قحطِ حاجتِ سائل

نہ پوچھیں بھائیونکی بات تک وہ بادشاہ ہو کر
یہاں جو دشمنِ جانی ہو اُسکی حل کریں مشکل

وہاں نورِ صباحت سرمۂ چشمِ زلیخا تھا
یہاں حسنِ ملاحت پر زمانہ عاشق و بسمل

امین اپنا عزیزِ مصر نے اُن کو کیا تو کیا
بنے یہ حسنِ طاعت میں امینِ خالقِ عادل

فریبِ حسن اگر واں وجہ تسخیرِ کواکب تھا
ستارہ یہاں بھی آگیا گھر میں بنکر عاشقِ بیدل

خمِ ابرو اگر واں روکشِ محرابِ مسجد تھا
یہاں کاکل کا حلقہ کعبہ اسلام کی منزل

اگر مہتاب کہئے اُنکی پیشانی کو زیبا ہے
یہاں تھا نجمِ قسمت روشنی بخش مہ کامل

جوابِ ذوالفقار ابرو بنائے اُنکے خالق نے
اگر دونوں بھویں تھیں اُنکی رشکِ خنجرِ قاتل

اگر واں آنکھ کی گردش میں تھا رعبِ شہنشاہی
یہاں تھا دورِ نورِ چشم میں خوفِ خدا شامل

نگاہِ شوق اُنکی برقِ طورِ نوجوانی تھی
یہاں نظریں وہ جنپر خود شبابِ حسن تھا بسمل

اگر اُن کا دہن بابِ مرادِ پیرِ کنعاں تھا
لب اُنکے تھے زیارتگاہ چشمِ حسرتِ سائل

اگر رخسار اُنکے تھے چراغِ خانۂ زندان
منور انکے عارض سے شبِ معراج کی محفل

ستونِ کعبۂ پیغمبری تھے ہاتھ اگر اُن کے
یداللہ فوق ایدیہم کا ان کو مرتبہ حاصل

یوم غدیر کا یاد دلاتا تھا کہ جہاں اُسکے سامنے پیغمبر اپنے بعد کے لئے کسی اور ہی کو خلیفہ جتا کر اپنی حیات میں ہی سب لوگوں سے اُسکو امیرالمومنین تک بھی کہلوا گئے تھے جسے یہ حضرت بڑی شد و مد سے اُسی دن اپنے مولا ہونے کی اُسے مبارکباد دے چکے تھے، اور ایک عجیب و غریب واقعہ بھی اپنے متعلق آنحضرت سے بیان کر چکے تھے کہ جب پیغمبر نے اُس دن کے نہ توڑنے کی تاکید ان حضرت کو کی تھی۔

پس حضرت عمر بچہ نہ تھے جو مقصود یہودی کا نہ سمجھے ہوں، اسی بنا پر اُنہوں نے گھبرا کر یوم نزول آیتہ مذکور کو یوم عرفہ بتا دیا اور یہ سمجھے کہ تنقید کرنے والے میرے سخن کے کھرے کھوٹے کو پرکھکر مجھے کیا نہ کہینگے کیونکہ دیگر روایات میں یہ مذکور ہوا ہے کہ اس آیۃ کے نزول کے بعد آنحضرت اکیاشی راتیں زندہ رہے تو ۱۰ ذالحجہ یوم عرفہ سے ۱۲۔ربیع الاول یوم وفات تک کسی حساب سے اکیاشی راتیں نہیں ہوتیں۔البتہ ۱۸۔ذالحجہ حقیقی یوم نزول آیۃ سے یوم وفات آنحضرت تک بیشک حساب سے اکیاشی راتیں ہوتی ہیں، نتیجہ یہ ہے کہ روایت یہود کا حضرت عمر کی زیادتی ہو۔ (مولف عفی عنہ)

صفحہ	خلاصۂ مضمون	نمبر شمار
۷۴	حضرت ابوذرؓ غفاری کو ہدایات معہ مناقب	۲۵
۷۴	انصار کو ہدایات اور فضائل امیر المومنینؑ	۲۶
۷۶	علیؑ مرتضٰی کے سردار عرب ہونے پر بی بی عائشہ کا استعجاب ..	۲۷
۷۷	بی بی عائشہ پر ان کے والد ماجد کی خفگی اور اقدام ضرب ..	۲۸
۷۷	علیؑ مرتضٰی سے بی بی عائشہ کی ایک نا مناسب گفتگو	۲۹
۷۷	علیؑ مرتضٰی سے بی بی عائشہ کو وجہ رنجش	۳۰
۷۸	ازواج کو عام وصایا اور بی بی عائشہ کی نسبت خاص پیشینگوئی ..	۳۱
۷۹	علیؑ مرتضٰی کے بارہ میں بی بی عائشہ کو خاص نصیحت	۳۲
۷۹	واقعہ قرطاس اور مولوی شبلی صاحب کا اس میں عقیدہ ..	۳۳
۸۱	واقعہ قرطاس میں حضرت عمر کا علم	۳۴
۸۶	قصۂ قرطاس میں ایک حیرت انگیز بات	۳۵
۸۷	قصۂ قرطاس میں دو اور بحثیں	۳۶
۹۰	طلب قرطاس وغیرہ کی وجہ	۳۷
۹۳	حضرتؐ کا جناب امیر علیہ السلام کو وہ چیزیں سپرد کرنا جو جانشین کیلئے نشانِ جانشینی اور نص تھیں	۳۸
۹۴ / ۹۵	یوم وفات کے واقعات اور علیؑ مرتضٰی کو وصایا	۳۹
۹۶	سپردگی اسرار اور آنحضرتؐ کی رحلت	۴۰
۹۶	حدیث من کنت مولاہ کی نسبت بعض تاریخی حالات	۴۱
۹۸	کثرت طرق سے مروی ہونے کا سبب	۴۲
۹۹	حدیثِ غدیر کے راویوں کے نام	۴۳
۱۰۱	ہر طبقہ کے محدثین کا حدیث غدیر کو روایت کرنا ایک گوشوارے میں..	۴۴
۱۰۱	حدیث غدیر کی صحت کے متعلق بعض ائمہ احادیث کے ریمارک ..	۴۵
۱۰۶	مولا کے معنی میں چند اور فقط	۴۶

آفتاب خلافت
مصنفہ مولوی سید سجاد حسین صاحب شاعر
بسلسلہ امامت و خلافت پر
شیعہ ... علماء ... قیمت ۸

مقتل ...
مصنفہ زبدۃ ... سجاد حسین صاحب ...
مصنف فراز نجف ... مولوی
کامل جواب قیمت ۸

تصویر کربلا

اس زمانے میں ایک ایسے مفصل و مشرح رسالہ کے حیز طبع میں آنیکی نہایت
سخت ضرورت محسوس کی جا رہی تھی۔ جو کربلائے معلےٰ کے تاریخی واقعات کا
آئینہ ہو۔ اس نہایت اہم ضرورت کو عالیجناب فخر الحاج والزائرین مولوی سید
آل محمد صاحب امروہوی نے باحسن وجوہ اختتام کو پہنچایا۔ اور واقعات کربلا میں تاریخی لحاظ
سے اس کتاب کو باوجود احتیاج بسط بینظیر طریقہ سے مختصر کر کے دکھلا دیا۔ اسمیں مندرجہ
ذیل ابواب مع فصول درج ہیں۔ باب اول فصل اول جغرافیہ کربلا میں۔ فصل دوم فضیلت
کربلا میں۔ فصل سوم فضیلت آب فرات میں۔ فصل چہارم وجوب زیارت امام حسین علیہ السلام میں۔
باب دوم ان واقعات کے بیان میں جو قبل شہادت امام حسینؑ اور آنحضرت کے کربلا میں تشریف
لانے سے پہلے واقع ہوئے۔ باب سوم ان واقعات کے بیان میں جو یکم محرم سے ۱۰ محرم تک امام
مظلوم پر زمین کربلا پر گذرے۔ باب چہارم میں وہ تمام حالات و واقعات درج ہیں جو بعد
شہادت امام حسینؑ اہلبیت علیہم السلام پر گذرے۔ اس کے بعد حالات دفن شہداء اور نیز
اول صدی سے لیکر چودھویں صدی تک جو جو واقعات مذکورہ کربلائے معلےٰ میں گذرے
ان سب کو بالتفصیل درج کیا ہے اور سب سے آخر میں ایک گوشوارہ شہدائے
کربلا کا مع نام اور جن جن کتب میں ان کا ذکر آیا ہے ان کا حوالہ اور یہ کہ ہر ایک
شہید کس کس قاتل کے ہاتھ سے شہید ہوا مرقوم ہے +

قیمت (۷/)

منیجر مطبع اثنا عشری دہلی سے طلب کیجئے

۱۹۲۰ سنہ

صحیفۂ نور
حضرت رشید ہجری ثانی علامہ ... الرحمٰن کی
... قیمت ۱۲

مجالس عزا
... قیمت ۹

سرورق تحریر کردہ اشرف علی لاہوری

خم غدیر

رشحۂ قلم شیدا مرزا صفوی

سید حیدر ربیعی

از ملک سید شاہ رضا جعفری ملک جیندار

سیونی

عطیۂ عالی جناب سید رضا جعفری

سید رضا حیدر دار